دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ
ماہنامہ
الحق
زیر سرپرستی: شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق بانی و مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پشاور (مغربی پاکستان)

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ کے خطبات تقاریر اور مواعظ و مضامین کا عظیم الشان مجموعہ
دعوات حق
صفحات سات سو
تہذیب نفس، تربیت اخلاق، اصلاح معاشرہ، آداب عبدیت، عبادات و اعمال صالحہ، حقیقت ایمان و عبادت، دعوت نجاح و فلاح، فلسفہ عروج و زوال، قانون نصرت خداوندی، آداب جہانبانی، اسرار شریعت، وحی اور رسالت منصب نبوت، سیرت طیبہ کی تعلیمات، احسانات اور عالمگیر نتائج و اثرات، محبت و اطاعت رسول، امت مسلمہ کا مقام اور فرائض، دعوت و تبلیغ، عصر حاضر کے ترقیاتی اور سائنسی کارنامے اور اسلام، علم و عمل، حاملین علوم نبوت علماء اور طلباء علوم دینیہ کا منصب اور ذمہ داریاں آداب تعلیم و تعلم، علماء سے عصر حاضر کا مطالبہ، مدارس عربیہ کی اہمیت، نظام و نصاب مدارس دینیہ، شریعت و طریقت کے نکات و اسرار۔
الغرض
عبادت و شریعت، سیاست و تمدن، اخلاق و تصوف، احسان و سلوک، فتح و زوال، معاشرت و معیشت، سیاست و حکومت وغیرہ زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی سینکڑوں عنوانات پر مشتمل اس کتاب میں ایمان افروز اور رقت انگیز مواعظ و ارشادات اور مضامین نہایت دلنشین اور عام فہم انداز میں ـــــ از دل خیزد بر دل ریزد ـــــ کا مصداق۔
ـ طالبین رشد و ہدایت کے لیے نسخۂ ہدایت ـ اہل علم اور طلبۂ دین کیلئے شاہراہ علم و عمل ـ تذکیر و موعظت کا خزانہ ـ خطباء مساجد کیلئے ہر موضوع پر موثر اور کارآمد خطبات جمعہ ـ معرفت خداوندی اور عشق رسول کا مستند ذخیرہ ـ اجتماعی اور انفرادی خرابیوں اور منکرات کی نشاندہی ـ مسلمانوں کے ذلت و ادبار اور شکست و زوال کے ایمانی اسباب اور علاج ـــــ ایک عظیم الشان گنجینۂ علم و معرفت۔
صفحات سات سو۔ سائز ۱۸ × ۲۲ طباعت و کتابت آفسٹ۔ جلد اور کاغذ اعلیٰ۔ قیمت تیس روپے
(آج ہی اپنا آرڈر بک کرائیے)
موتمر المصنفین ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک ضلع پشاور
پاکستان

اے۔بی۔سی (آڈٹ بیورو آف سرکولیشن) کی مصدقہ اشاعت

لہٗ دعوۃ الحق

فون نمبر دارالعلوم ـــ ۴ | قرآن و سنّت کی تعلیمات کا علمبردار | فون نمبر ہائش ـــ ۲

جلد نمبر : ۱۱
شمارہ نمبر : ۱۲

ماھنامہ

اکوڑہ خٹک

ستمبر ۱۹۷۶ء
رمضان المبارک ۱۳۹۶ھ

مدیر : سمیع الحق

اس شمارے میں

بدل اشتراک

پاکستان میں سالانہ بارہ روپے ۔ فی پرچہ : ایک روپیہ ۲۵ پیسے
بیرون ملک بحری ڈاک ایک پونڈ ۔ ہوائی ڈاک دو پونڈ

سمیع الحق استاد دارالعلوم حقانیہ نے منظورِ عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا۔

فہرست مضامین

ماہنامہ **الحق** اکوڑہ خٹک

رمضان ۱۳۹۵ھ تا رمضان ۱۳۹۶ھ — **جلد یازدہم** — اکتوبر ۱۹۷۵ء تا ستمبر ۱۹۷۶ء

مضامین کی یہ فہرست موضوعات کے لحاظ سے ان سلسلہ وار صفحات کے حوالہ سے دی گئی ہے جو ہر صفحہ کے نیچے لکھے ہوئے ہیں۔ یہ فہرست جلد کے آغاز میں لگوائی جائے۔ (سمیع الحق)

نقشِ آغاز (اداریہ) سمیع الحق

نقشِ آغاز — مشاہیر کی تعزیت — سمیع الحق

قادیانیت — تعاقب اور محاسبہ

دیگر فرق باطلہ کا تعاقب — ذکری فرقہ، فتنۂ رفض، مستشرقین، اہل بدعت

دعوات عبدیت حق — شیخ الحدیث مولانا عبدالحق

قرآنیات

سیرت طیبہ

اسلامی معاشرت و معاشیات

عبادات اور مسائل و احکام

نقد و نظر — قومی و ملی افکار و مسائل

لسانیات — عربی ادب

ادبیات — منظوم

احوال و کوائف دارالعلوم حقانیہ

تعارف و تبصرہ کتب - انتراہی، سمیع الحق

تاریخ و شخصیات

اسمبلی نامہ — مولانا عبدالحق مدظلہ

تبرکات وعکس تبرکات

علماء، تعلیمی ادارے، نصاب و نظام تعلیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چینی قوم کے لیڈر — ماؤ

چینی قوم کے عظیم انقلابی لیڈر چیئرمین ماؤزے تنگ انتقال کر گئے کہ دنیا کے فانی انسانوں کی طرح انہیں بھی مرنا تھا۔ موت سے کسی کو مفر نہیں اور جس کے علاج نے دنیا بھر کے فلاسفہ، حکماء، طبیبوں اور انقلابیوں کو بے بس کر دیا ہے کوئی اس "تلخ جام" کے "ساقی" سے ہزار انکار کیوں نہ کرے مگر کائنات کی وہ حقیقت کبریٰ یہ جام تلخ پلا کے ہی چھوڑتی ہے۔ آگے کیا ہے؟ ایک دوسری کائنات حیات جاودانی، خلود، مکافات اعمال کا ظہور اور ترتّب نتائج کا عالم — عالم آخرت — تو یہ ان لوگوں کی باتیں ہیں جن کی نظریں عالم آب و گل کی مادی کثافتوں تک محدود نہیں بلکہ اس سے پرے عالم غیب کا مشاہدہ بھی کرتی ہیں۔ جہاں تک اس دنیا کا تعلق تھا، چیئرمین ماؤ اس میں ایسے انقلابی نقوش ثبت کر گئے جو واقعی ناقابل فراموش ہیں — اپنی قوم اور اپنے ملک کے لئے ان کی زندگی ایک جہد مسلسل تھی، ضبط و نظم، حوصلہ، استقامت، قربانی اور ایثار کے لحاظ سے بجا طور پر وہ موجودہ چین کے معمار اوّل کہلانے کے مستحق ہیں۔ ایسی انقلابی شخصیتوں کا وجود ان کی اپنی قوم کے لئے آئیڈیل کی حیثیت رکھتا ہے۔ مگر مسلمان قوم کے سامنے تو انسانیت کی بھلائی کا ایک ایسا جامع اور ہمہ گیر انقلابی پروگرام موجود ہے۔

جو وقتی نہیں دائمی ہے، علاقائی نہیں آفاقی ہے۔ قومی نہیں پوری نوع انسانیت سے وابستہ ہے۔ اور جس کا رشتہ عالم انسانیت کے اس سب سے بڑی انقلابی ذات، محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن مبارک سے وابستہ ہے، جن کی انقلابی کارناموں نے انسان کی نہ صرف دنیوی کایا پلٹ دی بلکہ اس کی لافانی زندگی بھی فلاح و نجاح سے ہمکنار کر دی جن کا انقلابی لائحہ عمل نہ صرف مادی عروج و زوال بلکہ عالم آخرت کی سرخروئی کا بھی ضامن بن کر آیا۔ اور جو انسان کے صرف جسمانی دکھوں کا مداوا نہیں بلکہ روح کی تشنگیوں کے لئے بھی آب زلال ثابت ہوا۔ اور جو صرف انسان کو انسانی کی غلامی سے نجات دینے والا نہیں بلکہ اسے اپنے رب کی غلامی کی چوکھٹ سے بھی وابستہ کر دینے والا بنا۔ اور جن کا انقلابی پروگرام رہتی دنیا تک عالم انسانیت کی مشکلات حل کرنے کا ضامن بنا اس ذات کی امت کیلئے اگر اسوہ ہے تو فقط اسی کی ذات آئیڈیل ہے تو صرف انہی کی شخصیت۔ بیشک دیگر اقوام کے لیڈر بھی ان کے لئے محسن بنے مگر ان کا احسان زندگی کے صرف اس پہلو سے ہے جو ختم ہونے والی مادی اور فانی زندگی ہے۔

ان قوموں کو ظالمانہ اور استحصالی بندشوں سے نجات ملی مگر نجات پاکر وہ ایک اور آہنی نظام کے

شکنجے میں جکڑ دئیے گئے اور ایک ایسی مشین کا پرزہ بنا دئیے گئے جس کی ہر حرکت اور سکون سٹیم اور برقی رو کے رحم وکرم پر ہوتی ہے۔ یہ آزادی آزادی نہیں غلامی ہے۔

انقلابِ حقیقی تو یہ ہے کہ انسان کو انسانی بندھنوں سے نجات دیکر ربِّ حقیقی کی بندگی سے باندھ دیا جائے، اگر یہ نہ ہوا تو انقلاب غلامی کے ایک دائرے سے دوسرے دائرہ میں منتقل کر دینے والا تو بن جاتا ہے۔ مخلوق اور عناصر سے حقیقی معنوں میں آزادی دینے والا نہیں ہو سکتا۔

پھر اصل انقلاب تو وہ ہے جس کی بنیاد طبقاتی منافرت، عداوت اور دشمنی پہ نہیں بلکہ انسانوں کی انسانوں سے محبت، ہمدردی اور مواسات پر رکھی گئی ہو۔ اگر ایسا نہ ہو تو انقلاب انسان کو وقتی طور پر ایک عرصہ کیلئے کسی "سنہری جنت" میں تو پہنچا دیتا ہے۔ مگر عدل و انصاف، سکون و اطمینان، عزتِ نفس اور آزادی پر مبنی کوئی دائمی زندگی نہیں دے سکتا۔

چودہ سو برس قبل حضورِ اقدس ؐ نے عَلمِ انقلاب اٹھایا اور پورے عالمِ انسانیت کی خاطر اعلانِ جنگ بھی فرمایا۔ پورے عہدِ جاہلیت کے خلاف خدا و رسول کے باغیوں، اور اخلاق و شرافت کے دشمنوں کے خلاف یہود و نصاریٰ اور مشرکین کے خلاف چوروں، ڈاکوؤں اور قذاقوں کے خلاف ایک ہمہ گیر جنگ لڑی نتیجۃً پورا عالمِ انسانیت انسانی قدروں اور روحانی آسائشوں سے ہمکنار ہوا۔

مگر یہ سب کچھ نفرت و عداوت کے نام پہ نہیں، محبت اور انسانیت کے نام پر۔ دشمنوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ اسے تلوار کی کرشمہ کاری ثابت کریں مگر تاریخ کی سچائیوں نے ان کے منہ پر طمانچہ مار دیا کہ تاریخ کے اس سب سے بڑے انقلاب اور اس کے دس سالہ جدوجہد میں مسلمانوں اور مقابل حریفوں سب کو ملا کر انقلاب میں کام آنے والے شہیدوں اور مقتولوں کی تعداد ۶ سو سے زیادہ نہیں ہو سکی۔ اتنے انسان جو آج کسی بڑے شہر میں یومیہ ایکسیڈنٹوں اور حادثوں کی صورت میں لقمۂ اجل بن جاتے ہیں۔

دوسری طرف چین اور روس کا انقلاب کہ جس کا خمیر طبقاتی منافرت سے اٹھایا گیا تو بالکل ابتدائی ایام میں اسکی خاطر کروڑوں افراد قتل، جلاوطن، مجروح اور عمر بھر زندہ درگور ہوئے اور صرف چین میں ڈیڑھ کروڑ زمیندار پھانسی پر لٹکائے گئے۔ سٹالن نے اس انقلاب کیلئے ۵ کروڑ تو صرف مسلمانوں کو قتل کیا یا جلاوطن کیا اور جسکی خاطر دین مذہب، عقیدہ اور تمام اخلاقِ فاضلہ قربان کر دئیے گئے۔

چین کے عظیم انقلابی آنجہانی ماؤ نے کسی وقت مسلمانوں سے کہا تھا ——— کہ تمہیں اس بات کی اجازت نہیں دی جا سکتی کہ تم اپنے اوقات نماز میں ضائع کرو۔ بلکہ غور سے سنو تمہیں اپنی مساجد اور مدارس کو ڈھانا ہوگا۔ وغیرہ وغیرہ (چینی اخبار تن بات یاؤ ۲؍ نومبر ۱۹۶۷ء)

بہرحال آج آنجہانی ماؤ کا معاملہ کائنات کے خالق کے سامنے ہے، انہوں نے مادی انقلاب سے قوم کو ہمکنار کر دیا۔ ہم ان کی خوبیوں کی تحسین کرتے ہیں۔ اور چینی قوم کے ساتھ اس غم میں شریک ہیں۔ مگر یہ اعلان کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ عالم انسانیت کے حقیقی خیر خواہ اور عظیم انقلابی صرف محمد عربی علیہ السلام تھے ان کا انقلاب امر اور غیر فانی ہے۔ نسخۂ فلاح صرف اسی کی تعلیمات ہیں، باقی سب فلسفے ہیچ اور ساری شخصیتیں فانی ہیں اور جلد یا بدیر ساری بنی نوع انسانیت کو یہ ابدی صداقت تسلیم کرنی ہے۔

آہ! مولانا مارتونگ مرحوم

۲۳ رجب ۱۳۹۶ھ بروز جمعرات زوالِ آفتاب کے بعد تین بجے ہزارہ کے کوہستانی علاقوں میں علم و فضل کا ایک ایسا آفتاب غروب ہو گیا جس کی ضیاء باریوں سے پون صدی تک ایک عالم فیضیاب ہوتا رہا۔ بقیۃ السلف شیخ الکل جامع المعقول والمنقول علامہ مولانا خان بہادر عرف مولانا مارتونگ صاحب قدس سرہ العزیز کا انتقال ہو گیا۔ عمر مبارک ۸۰-۸۵ کے لگ بھگ ہو گی پچھلے چند سالوں سے صاحب فراش تھے۔ جمعرات کی ظہر کو دورۂ قلب پڑا اور تھوڑی دیر بعد واصل بحق ہو گئے۔ دوسرے دن نماز جمعہ کے بعد انہیں اپنے گاؤں مارتونگ علاقہ چکیسر کے خاندانی قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔ نماز جنازہ ان کے بڑے صاحبزادہ مولانا رشید احمد نے پڑھائی اور دشوار گزار راستوں کے باوجود اطراف و اکناف سے علماء، صلحاء اور عام مسلمانوں نے اس میں شرکت کی۔

حضرت مرحوم بھی ان اکابر علم و فضل میں سے تھے جن کی ذات علم و عمل، زہد و تقویٰ، تبحر و رسوخ کی جامع اور شریعت و طریقت کی سنگم ہوتی ہے۔ ایسی عبقری شخصیتوں کے حالات ہم صرف کتابوں میں پڑھ سکتے ہیں۔ زوال و اندراسِ علم کے اس دور میں ایسے نمونے عنقا نہیں تو کمیاب ضرور ہیں، مولانا مرحوم نے ساری زندگی دین اور علومِ دین کی تدریس میں گذاری، تصوف و سلوک، اصلاح و تزکیہ نفوس کے کام میں بلند مقام پر فائز تھے، علوم عقلیہ، منطق، ریاضی اور فلسفہ میں تو اپنے دور میں امامت کا منصب رکھتے تھے۔ مگر اس میدان میں معقولات کے کلاسیکل کتابوں پر کامل عبور اور دن رات مطالعہ و تدریس کے باوجود مشاغل اور باطنی و ظاہری کیفیات و احوال پر خشک عقلیت اور فلسفیانہ خصوصیات کا سایہ تک نہیں پڑا تھا بلکہ زندگی عبادات و اعمال اور توجہ الی اللہ، استغراق و انابت میں ڈوبی ہوئی تھی نام و نمود اور نمائش سے کوسوں دور اور کفافِ حیات پر قانع و صابر رہے فقر و سادگی کی ایسی تصویر کہ ہر ہر حرکت سے سادگی اور بے نفسی ٹپکتی تھی۔ بانیٔ ریاست سوات میاں گل عبدالودود صاحب کے نہ صرف مقربین میں سے بلکہ انکے مقتدا اور استاذ تھے مگر اصرار کے باوجود انکے شاہی محل میں قیام اور تمام شاہی مراعات پر بہنگورہ کی ایک چھوٹی سی مسجد کے حجرہ میں طلبہ کے ساتھ گھاس اور چٹائیوں پر سکونت کو ترجیح دی۔ علمی تعمق اور پختگی بے مثال تھی اور حافظہ بے نظیر، معقولات کے علاوہ علومِ حدیث میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے زندگی کا ایک بڑا حصہ حدیث کی درس و تدریس میں گذرا۔ دار العلوم کے لئے علم اور دین کے رشتوں کے علاوہ جس نے مشرق و مغرب کے اہل علم اور مسلمانوں کو ایک دھاگے میں باندھ رکھا ہے مولانا مرحوم کی خصوصی عنایتوں نے سانحہ کی شدت کو اور بھی بڑھا دیا ہے۔ دعا ہے کہ مرحوم کے برکات جاری و ساری رہیں اور ان کے تمام متوسلین و اقارب کو صبر جمیل نصیب ہو۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

سمیع الحق

جناب مضطر عباسی ایم اے

عالمی زبان اور عربی

عربی زبان بین الاقوامی مشترک زبان بننے کی صلاحیت رکھتی ہے

فاضل مقالہ نگار کو لسانیات سے خاصہ شغف ہے۔ قارئین الحق "عربی عالمی زبانوں کی ماخذ" جیسے گرانمایہ مضمون کی شکل میں ان سے متعارف ہیں۔ اس مضمون میں انہوں نے عربی زبان کی ترویج کے سلسلہ میں اہل علم کو متوجہ کرنا چاہا ہے۔ اور اس ضمن میں ایک نئی تجویز پیش کی ہے جو عربی زبان سے دلچسپی رکھنے والوں کو خصوصاً اور عام مسلمانوں کو عموماً دعوت فکر دے رہی ہے۔ موصوف نے اسپرانتو اردو ریڈر کے نام سے حال ہی میں ایک کتاب بھی لکھی ہے۔ پیش نظر مضمون میں ان کی پیش کردہ تجویز کا خلاصہ یہ ہے کہ کیوں نہ اسپرانتو زبان (جسے ساری دنیا کی مشترک اور حقیقی معنوں میں بین الاقوامی زبان قرار دیا جا رہا ہے۔ اور یورپ کے بہت سے ممالک میں مقبولیت حاصل کر رہی ہے) کی طرز پر عربی ماخذوں پر مشتمل ایک نئی زبان مرتب کی جائے یا بنیادی انگریزی کی طرز پر آسان عربی مرتب کی جائے ـــــ ہم قارئین، اہل علم اور پڑھے لکھے حضرات سے اس مضمون پر اظہار خیال کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ "مدیر"

★

یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ زبان کا اتحاد خیالات و نظریات اور احساسات کے اتحاد کا واحد ذریعہ ہے۔ لیکن حقیقت بہر نوع مسلم ہے کہ زبان کا اتحاد انسانوں میں اتحاد کا ایک اہم اور نہایت ہی مؤثر ذریعہ ہے۔ لاطینی زبان کے زوال کے بعد یورپ میں جو لسانی اختلافات اور انارکی پیدا ہوئی اس نے پورے برّاعظم کے امن کو تاخت و تاراج کیا۔ اور سب جانتے ہیں کہ اہل یورپ ایک نسل اور ایک مذہب کے پیرو ہوتے ہوئے بھی نہ صرف اپنے بلکہ ساری دنیا کے امن کے لئے کل بھی خطرہ تھے اور آج بھی خطرہ ہیں۔ ہمیں اس حقیقت سے انکار نہیں کہ اہل یورپ میں اختلافات کی مختلف وجوہ ہیں، صرف زبان کا اختلاف ہی ان میں انتشار کا باعث نہیں بلکہ سیاسی اقتصادی اور نظریاتی اختلافات بھی نیز سامراجی اور عالمی سیادت کے عزائم اور ہوس نے بھی ان کے مابین بغض و حسد اور ساشتات و انتشار کی کیفیت پیدا کر دی ہے اور یہ صورت حال ماضی میں

بھی عالمی امن کے لیئے خطرناک ثابت ہوچکی ہے اور آج بھی صلح و آشتی کی راہ میں سنگِ گراں ہے۔ اس حقیقت کے باوجود یہ امر بھی مسلّم اور اپنی جگہ پوری طرح اہمیّت کا مالک ہے کہ زبان کے اختلافات نے اہلِ یورپ کو ایک دوسرے کے خلاف صف آراء ہونے میں اہم اور اساسی کردار ادا کیا ہے۔

زبان کا اختلاف انسانوں میں شکوک و شبہات کو جنم دیتا اور افہام و تفہیم کی راہوں کو مسدود کر دیتا ہے، جب لوگ ایک دوسرے کی زبان نہیں سمجھ پاتے تو وہ ایک دوسرے کے احساسات و جذبات کا احترام بھی نہیں کر سکتے۔ نیز زبان کا اختلاف سیر و سیاحت، تجارت اور بین الاقوامی معاملات کے سمجھنے میں بھی مشکلات کا باعث ہے۔ علوم کی اشاعت، نظریات و عقائد کی تبلیغ اور سائینس کی ترقی میں بھی زبان کا اختلاف دقتیں پیدا کر دیتا ہے۔ یورپ کے ماہرین علم لسانیات نے زبانوں کے اختلاف کے باعث پیدا ہونے والی مشکلات اور ان کے عواقب نتائج کا احساس کرتے ہوئے اس اختلاف کو دور کرنے کی متعدد بار کوشش کی ہے۔ چنانچہ ۱۸۸۷ء میں پولینڈ کے ایک ماہر علم لسانیات نے اسپرانتو (ESPERANTO) نام کی ایک زبان ایجاد کی اس زبان کا ذخیرہ الفاظ یورپ کی زبانوں کے مشترک ماخذ لاطینی سے ماخوذ ہے۔ زبان نہایت سادہ آسان اور ہر قسم کے خیالات کے اظہار کے قابل ہے۔ اور لطف یہ کہ آپ چند ہفتوں میں اسپرانتو سیکھ کر یورپ میں بولی جانے والی کم و بیش تمام ترقی یافتہ اور زندہ زبانوں میں شدید اور معمولی واقفیت پیدا کر سکتے ہیں۔ اس زبان کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ یہ کسی خاص ملک قوم مذہب یا تہذیب کی زبان نہیں بلکہ سب کی مشترک اور خاص کر اہلِ یورپ کی اپنی قدیم زبان لاطینی کی ایک شائستہ اور مناسب صورت ہے۔

اہلِ یورپ نے اس زبان کو جو ان کے حسبِ حال اور حسبِ ضرورت تھی خوش آمدید کہا اور آج یورپ چھوڑ ایشیا اور امریکہ میں بھی اسپرانتو کی اشاعت اور ترویج کے لیئے کام ہو رہا ہے۔ چین سے کئی ایک رسالے اور چیرمین ماؤ کی تصانیف نیز اشتراکی اصولوں کی نشر و اشاعت کے لیئے کتابیں اسپرانتو میں شائع کی جا رہی ہیں۔ پیکنگ ریڈیو سے یورپ امریکہ اور ایشیا کے لیئے الگ الگ اسپرانتو میں خبریں تبصرے اور تقریریں روزانہ نشر کی جاتی ہیں۔ یہی حال برطانیہ کا ہے۔ بی۔بی۔سی سے دوسری زبانوں کے پروگراموں کے ساتھ ساتھ اسپرانتو زبان میں بھی پروگرام نشر ہوتے ہیں۔ امریکہ (ریاست ہائے متحدہ) اور لاطینی امریکہ میں بھی درجنوں نہیں سینکڑوں ادارے اور انجمنیں اسپرانتو کی اشاعت اور ترویج کے کام میں مصروف ہیں، عیسائیت کی تبلیغ کرنے والے کئی ادارے اپنی کتابیں اور لٹریچر اس مصنوعی زبان "اسپرانتو" میں شائع کرتے ہیں۔ سر عبدالقادر مرحوم نے اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے۔ کہ "پیرس (فرانس) برلن

(جرمنی) اور لندن (برطانیہ) میں بڑی بڑی دکانوں پر لکھا ہوتا ہے کہ یہاں اسپرانتو بولی جاتی ہے۔ مختصر یہ کہ اہل یورپ نے ساری دنیا اور خاص کر براعظم یورپ میں بسنے والی اقوام میں زبانوں کے اختلاف کے باعث پیدا ہونے والی مشکلات پر قابو پانے کے لئے اسپرانتو نام کی ایک مصنوعی زبان ایجاد کر لی ہے۔

بیسویں صدی کے شروع میں برطانیہ کے اقتدار کا سورج نصف النہار پر تھا۔ دنیا میں شمالی امریکہ سے لیکر مشرق بعید میں آسٹریلیا تک بیشمار نوآبادیوں پر تاج برطانیہ کا سایہ تھا۔ اور واقعی برطانیہ کی حکومت پر سورج غروب نہیں ہوتا تھا۔ برطانوی حکمرانوں نے سو سال تک سر توڑ کوشش کی کہ ان کے زیر تسلط اور مقبوضہ ممالک میں انگریزی زبان رائج ہو جائے۔ تاکہ اقتدار کے استحکام میں آسانی کے ساتھ ساتھ عیسائیت کی تبلیغ کا کام بھی آسان ہو سکے۔ لیکن ان کی بدقسمتی یہ تھی کہ انگریزی زبان کسی اصول قاعدے اور قانون کی پابند نہیں، اور اس کا مختلف ممالک میں رائج کرنا نہایت ہی مشکل تھا۔ چنانچہ انہوں نے عام انگریزی کی ترویج سے مایوس ہو کر بنیادی انگریزی (BASIC ENGLISH) کے نام سے ایک آسان اور نسبتاً قواعد و ضوابط کے مطابق زبان مرتب کی۔ یہ زبان "اسپرانتو" کی طرح ایک الگ اور مستقل زبان نہ تھی بلکہ انگریزی زبان کے پونے دو لاکھ ذخیرہ الفاظ میں چھنے ہوئے آٹھ سو پچاس کلمات پر مشتمل انگریزی ہی کی ایک آسان صورت تھی، انگریزوں نے اس زبان یعنی بنیادی انگریزی کی اشاعت اور ترویج کے لئے پوری پوری کوشش کی۔ برطانوی افواج جن میں مختلف اقوام کے لوگ مختلف زبانیں بولنے والے شامل تھے، ان میں بنیادی انگریزی کو لازمی نصاب کی حیثیت سے رائج کیا گیا۔ اور ۱۹۴۷ء میں فوجی افسروں کے لئے بنیادی انگریزی کا سیکھنا لازمی قرار دیدیا گیا۔ اس موقع پر اسپرانتو اور بنیادی انگریزی کی ساخت میں جو اساسی فرق ہے، اس کا ذہن نشین ہونا ضروری ہے۔

"اسپرانتو" ایک مستقل زبان ہے جس کے کلمات لاطینی زبان سے ماخوذ ہیں اور آپ اسپرانتو سیکھ کر لاطینی زبان کے مادوں (ROOTS) کے ذریعے یورپ کی بہت سی زبانوں سے متعارف ہو سکتے ہیں۔

"بنیادی انگریزی" اسپرانتو کی طرح کوئی مستقل زبان نہیں بلکہ یہ انگریزی ہی کے ذخیرۂ الفاظ کو محدود کر کے اس میں سہولت اور باقاعدگی پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ بنیادی انگریزی سیکھ لینے کے بعد دنیا کی دوسری زبانوں سے تعارف کی صورت تو پیدا نہیں ہو سکتی، البتہ انگریزی زبان آسان ہو جاتی ہے ـــــ حاصل کلام یہ کہ :

۱۔ دنیا میں زبانوں کا اختلاف انسانوں میں اختلاف کا باعث ہے۔

۲- ایک مشترک زبان اپنالی جائے تو انسانوں میں اختلاف ختم نہ ہو تو بھی اسکی شدت میں کمی واقع ہو جائے گی۔

۳- مشترک عالمی زبان کی ضرورت کو شدت سے محسوس کیا جا رہا ہے۔

۴- "اسپرانتو" عالمی زبان کی ضرورت کو پورا کرنے کیلئے ایجاد کی گئی ہے، اس کے کلمات، لاطینی زبان کے مادوں سے ماخوذ ہیں۔

۵- بنیادی انگریزی کوئی نئی زبان تو نہیں البتہ انگریزی کے محدود ذخیرہ الفاظ سے اس انداز میں مرتب کی گئی زبان ہے کہ اس کا سیکھنا عام انگریزی کے مقابلے میں نہایت آسان ہے۔

یہ تمہیدی معروضات ہیں۔ گو ان میں طوالت ہے، لیکن مقصد کی وضاحت کیلئے یہ طوالت ناگزیر تھی۔ تاہم معذرت خواہ ہوں۔

میری معروضات کا اصل مقصد دوستوں اور خاص کر عربی زبان کے علماء اور عالمی امن اور بالخصوص مسلمان ممالک میں روابط اور تعلقات کی ضرورت کا احساس رکھنے والے حضرات کی خدمت میں یہ تجویز پیش کرنا ہے کہ وقت اور حالات کے تقاضوں کے پیش نظر ہمیں ایک ایسی زبان کا انتخاب کرنا ہے جو ساری دنیا میں بالعموم اور مسلمان ممالک اور علاقوں میں بالخصوص ثانوی زبان کے طور پر رواج پا سکے۔ ہمارا مقصد کسی مقامی یا علاقائی زبان کی مخالفت یا اسکی جگہ لینا نہیں بلکہ جس طرح اہل یورپ اسپرانتو کو ثانوی زبان کی حیثیت سے رواج دینے کی کوشش کر رہے ہیں، اسی طرح مسلمان بھی کسی مشترک زبان کو ثانوی درجے کی زبان کی حیثیت سے اپنالیں۔

موجودہ صورت حال یہ ہے کہ دنیا کے ۱۳۶ بڑے ممالک میں سے کوئی ایک ملک بھی ایسا نہیں جس میں مسلمان آباد نہ ہوں۔ ۴۵ کے قریب ممالک میں تو مسلمان سیاسی اقتدار کے مالک ہیں اور کم و بیش اتنے ہی ممالک میں ان کی حیثیت طاقتور اور سب سے بڑی اقلیت کی ہے۔ ساری دنیا میں اسّی، نوّے کروڑ کے قریب مسلمان آباد ہیں۔ اور ان میں زبانوں کے اختلاف کی یہ صورت ہے کہ صرف پاکستان میں دو درجن کے قریب زبانیں بولی جاتی ہیں۔ رقبہ کے اعتبار سے ہمارے سب سے بڑے صوبے بلوچستان میں بولی جانے والی زبانوں سے ملک کی اکثریت بے خبر ہے۔ یہی حال ہمسایہ ممالک کا ہے۔ انڈونیشیا کے لوگ ملایا والوں کی زبان سے بے خبر ہیں۔ بنگلہ دیشی اردو نہیں جانتے بلکہ اردو سے ایک گونہ نفرت کرتے ہیں۔ پاکستان میں ہمسایہ ممالک کی زبان فارسی اور پشتو کی جو حالت ہے وہ سب پر واضح ہے۔ عرب ترکوں کی زبان سے نابلد ہیں اور ترک عربی سے نالاں ہیں۔ انہیں شکایت ہے کہ

عربی نے ترکی کو پسماندہ رکھا ہے۔ افریقہ کے مسلمان ممالک میں زبانوں کے اختلافات کے باعث جو اجنبیت اور غیریت کا احساس پایا جاتا ہے۔ وہ کسی تشریح کا محتاج نہیں، ایک پاکستانی کے لئے بیس ہزار میل دور کینیڈا اور امریکہ میں جا کر ملازمت کرنا آسان ہے بہ نسبت بنگلہ دیش ملایا یا انڈونیشیا کے، اس لئے کہ ان ممالک کی زبانیں مختلف ہیں۔

ابھی کل کی بات ہے کہ لاہور میں مسلم سربراہ کانفرنس ہوئی تو مسلمانوں نے آپس میں بات چیت انگریزی، فرانسیسی وغیرہ زبانوں کی مدد سے کی، اور سوائے چند عرب ملکوں کے باقی کسی دو ملک کے سربراہ اور ان کے نمائندے ترجمان کی مدد کے بغیر ایک دوسرے کی ملکی زبان میں بات چیت کے اہل نہ تھے۔

ان حالات کے پیش نظر ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ دنیا بھر کے مسلمان کسی ایک زبان کا بطور مشترک ثانوی زبان کے اپنے لئے انتخاب کریں۔ یہ تجویز پیش کرتے وقت ہم سب کی نظریں عربی کی طرف اٹھتی ہیں۔ بیشک عربی میں یہ صلاحیت بدرجۂ اتم موجود ہے کہ اسے تمام مسلمان ملکوں اور علاقوں کی مشترک ثانوی زبان کا درجہ دیا جائے، لیکن دقت یہ ہے کہ عربی زبان خاصی مشکل ہے۔ اور آج کا انسان جو مصروف ترین زندگی گذارتا ہے۔ عربی زبان کے سیکھنے میں زیادہ وقت صرف کرنے کیلئے تیار نہیں۔ یہ درست ہے روزمرہ کی بول چال کی حد تک عربی زبان سال ڈیڑھ سال میں سیکھی جا سکتی ہے لیکن سوال وہی وقت اور مصروفیات کا ہے۔ اسپرانتو صرف تین ہفتوں یعنی اکیس روز میں سیکھی جا سکتی ہے۔ اور بنیادی انگریزی کے سیکھنے میں صرف تین ماہ صرف ہوتے ہیں۔ اس کے باوجود لوگ اسپرانتو اور بنیادی انگریزی کی طرف ضرورت کے مطابق توجہ نہیں دے رہے ہے۔ جبکہ ان زبانوں کی سرپرستی کرنے والی طاقتیں سیاسی اعتبار سے خاصی مستحکم ہیں۔ یہ درست ہے کہ عربی میں مسلمانوں کے لئے مذہبی زبان ہونے کی حیثیت سے کشش ضرور ہے، لیکن یہاں صورت حال یہ ہے کہ خدا معاف کرے ہمارا مذہب سے بھی واجبی سا ہی تعلق ہے۔ سرکاری مدارس میں جہاں عربی اختیاری زبان کی حیثیت سے سکھائی جاتی ہے وہاں عربی کے طلبہ کی تعداد دوسرے مضامین کے طلبہ کے مقابلے میں سب سے کم ہوتی ہے۔ میرا خیال ہے کہ:-

۱۔ اسپرانتو کے انداز پہ عربی زبان کے مادوں (ROOTS) کو ماخذ قرار دیکر اگر ایک زبان تیار کر لی جائے تو مسلمان ممالک۔ اور علاقوں کے لئے مشترک ثانوی زبان کی ضرورت کو بآسانی پورا کیا جا سکتا ہے۔ عربی زبان کے ہزاروں مادے قرآن احادیث اور نماز میں پڑھی جانے والی مسنون دعاؤں وغیرہ کے سبب تمام مسلمانوں میں رائج اور عام ہیں۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ لسانیات کے اصولوں

کے مطابق ان مادوں کو ترتیب دیکر کلمات اور مشتقات وضع کئے جائیں اور پھر صرف و نحو کے چند سادہ سے قاعدے مقرر کر کے مرکبات اور جملوں کی ترتیب و ترکیب کا اہتمام کیا جائے، چونکہ اس مصنوعی زبان کے کلمات عربی مادوں سے ماخوذ اور مشتق ہوں گے، اس لئے اس زبان کے سیکھ لینے سے اصل عربی کا سیکھنا بھی آسان ہو جائے گا، بالکل اسی طرح جس طرح "اسپرانتو" کے سیکھ لینے سے یورپ کی ان درجنوں زبانوں کا سیکھ لینا آسان اور سہل ہو جاتا ہے، جن کے کلمات لاطینی زبان سے ماخوذ ہیں۔

اس کام کے لئے یعنی عربی زبان کے مادوں سے ماخوذ اور مشتق کلمات کی اساس پر نئی عالمی زبان مرتب کرنا جس طرح اہل یورپ نے اسپرانتو مرتب کی ہے۔ ضروری ہے کہ ہمیں لسانی نفسیات سے واقفیت ہو، اور اس سلسلہ میں "اسپرانتو" ہماری مدد کر سکتی ہے۔ ہم اسپرانتو کے مطالعہ سے بخوبی جان سکتے ہیں کہ "اسپرانتو" مرتب کرنے والوں کے سامنے کیا کیا مسائل اور امور تھے۔ نیز "اسپرانتو" کی خامیوں کے پیش نظر ہم اپنی مجوزہ زبان کو زیادہ آسان سہل اور باترتیب بنا سکتے ہیں۔ اگر اسپرانتو تین ہفتوں میں سیکھی جا سکتی ہے، تو کوئی وجہ نہیں کہ ہماری مجوزہ زبان اس سے بھی کم مدت میں نہ سیکھی جا سکے "اسپرانتو" مرتب کرنے والوں کے سامنے ایک مشکل یہ بھی تھی انہیں لاطینی زبان کی کم و بیش الکتیس شاخوں کا خیال اور احترام پیش نظر تھا۔ پولینڈ کے ماہر لسانیات ڈاکٹر زامن ہوف جس نے اسپرانتو کا ابتدائی خاکہ تیار کیا وہ صرف پولینڈ ہی کی زبان کا احترام کر کے کامیاب نہیں ہو سکتا تھا۔ اسے جرمن۔ فرانسیسی۔ اطالوی۔ سپینش اور انگریزی وغیرہ زبانوں اور ان زبانوں کے بولنے والوں کے مزاج اور نفسیات کا احترام بھی مقصود تھا۔ یہ دقت ہمارے لئے نہیں ہو گی اس لئے کہ عربی زبان لاطینی کی طرح شاخ در شاخ بٹ کر تباہ نہیں ہو گی، بلکہ خدا کے فضل سے زندہ اور جاندار زبانوں کی پہلی صف میں ہے۔ اور مسلمان ممالک اور علاقوں میں بولی جانے والی زبانوں میں عربی کے بیشمار کلمات اور مادے اپنی اصلی اور حقیقی شکل و صورت کے ساتھ موجود ہیں۔ ہمارا کام صرف یہ ہو گا کہ مختلف ملکوں اور علاقوں کے مسلمانوں میں رائج زبانوں میں عربی کے جس قدر مشترک مادے اور کلمات رائج ہیں، انہیں جمع کر لیں اور جو کمی رہ جائے اسے قرآن اور احادیث کے کلمات سے پورا کرنے کی کوشش کریں۔

۲۔ دوسری صورت یہ ہے کہ "بنیادی انگریزی" کی طرز پر عربی کے محدود الفاظ کا ذخیرہ مرتب کیا جائے اور اس ذخیرے کو بنیاد اور اساس بنا کر آسان عربی مرتب کی جائے۔ یہ عربی بنیادی انگریزی کی طرح ہو گی یعنی کوئی نئی زبان نہیں ہو گی بلکہ عربی ہی کی ایک محدود اور مختصر صورت ہو گی۔ اس کے لئے ہمیں ایسے کلمات کا انتخاب کرنا ہو گا جن کے استعمال میں صرف و نحو کی مشکلات اور پیچیدگیاں حائل نہ ہوں۔ مثلاً

وہ آیا" کیلئے بجائے "جاءَ" کے "قَدِمَ" اور "اس نے کھایا" کیلئے بجائے "اَکَلَ" "طَعِمَ" یا "اس نے دیکھا" کیلئے بجائے "رَأی" کے "نَظَرَ" استعمال کیا جائے تو تعلیلات کی الجھن سے بچا جا سکتا ہے۔ اسی طرح "تثنیہ" اور جمع مکسر کے پیچیدہ اور باریک قواعد سے احتراز کیا جانا ممکن ہے۔

مختصر یہ کہ :

۱۔ عربی مادوں (ROOTS) سے ماخوذ کلمات پر مشتمل ایک نئی عالمی زبان ترتیب دی جائے جسطرح اہل یورپ نے اسپرانتو ترتیب دی ہے۔

۲۔ موجودہ عربی کے محدود کلمات اور محدود قواعد سے ایک قسم آسان عربی مرتب کی جائے جسطرح انگریزوں نے بنیادی انگریزی مرتب کی ہے۔

۳۔ پہلی صورت پر عمل کیا جائے تو ایک ایسی عالمی زبان حاصل ہوگی جس کا سیکھنا اسپرانتو سے بھی زیادہ آسان ہوگا۔

۴۔ دوسری صورت پر عمل کرنے سے ایک آسان عربی تیار ہو جائے گی جو اسپرانتو کی طرح آسان تو نہیں ہوگی تاہم بنیادی انگریزی کی نسبت بہر حال آسان تر ہوگی اور اس کے سیکھنے سے عام عربی کا سیکھنا آسان ہو جائے گا۔

ممکن ہے کہ ہماری اس تجویز کے بارے میں کوئی صاحب یہ خیال فرمائیں کہ ہم مذہبی تعصب کا شکار ہیں۔ یا ہمیں اسپرانتو کی مقبولیت پسند نہیں۔ سو عرض ہے کہ بات تعصب یا پسند اور ناپسند کی نہیں بلکہ اصل مسئلہ وحدتِ زبان کا ہے۔ زبانوں کی کثرت نے انسانوں میں اختلافات کو شدید سے شدید تر بنا ڈالا ہے۔ اب اگر دنیا کے اسّی یا نوّے کروڑ مسلمان جو کم و بیش ایک صد بڑی اور ایک ہزار چھوٹی زبانوں اور بولیوں کے اختلافات کے باعث ایک دوسرے کے احوال و مسائل اور احساسات و جذبات سے بے خبر ہیں۔ اگر یہ سارے لوگ ایک ثانوی زبان پر متفق ہو جائیں تو اس سے اسپرانتو کے مقصد کو تقویت ہی حاصل ہوگی۔ اگر اسپرانتو والے یورپ امریکہ اور بعض ایشیائی ممالک کو اسپرانتو کی ثانوی حیثیت پر متفق کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں اور مسلمان اسی قسم کی کسی دوسری زبان پر اتفاق کر لیتے ہیں تو گویا انسانیت جو زبانوں کے تین ہزار خانوں میں بٹی ہوئی ہے، آزاد ہو کر دو ثانوی زبانوں پر متفق ہو جاتی ہے۔ اور یہ بہت بڑی کامیابی ہوگی، کہاں تین ہزار زبانیں اور کہاں صرف دو زبانیں اور وہ دو بھی ایسی کہ دونوں مصنوعی دونوں سائنسی دونوں قاعدے قانون کی پابند اور دونوں سہل اور آسان۔ اس قدر آسان کہ تین ہفتے میں ایک اور اتنے ہی دنوں میں دوسری زبان سیکھی جا سکتی ہے۔ غرض عربی کی اساس پر نئی زبان کی ترتیب اور اسکی

اشاعت وترویج کا کام اسپرانتو کی مخالفت نہیں بلکہ اس کے مقاصد کی تائید اور اغراض کی تکمیل ہی کی ایک صورت ہے۔

جو اصحاب نیازمند کی اس تجویز پر تبادلہ خیالات کرنا چاہیں وہ حسب ذیل پتہ پر خط وکتابت فرما سکتے ہیں۔ (مصنطر عباسی - ۲۲۸ - لوئر مال - مری)

پروفیسر محمد سلیمان اظہر ایم اے

پیغمبرؐ کا وصی کون ہے؟
کتب شیعہ کی روشنی میں

شیعہ حضرات کا دعویٰ ہے کہ جناب رسالتمآبؐ نے دعوت ذوالعشیرہ کے موقع پر نیز غدیر خم کے موقع پر حضرت علیؓ کی خلافت بلا فصل کا اعلان کر دیا تھا۔ لیکن مسلمانوں نے پیغمبرؐ کی نافرمانی کرتے ہوئے حضرت علیؓ کی بجائے حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ منتخب کر لیا۔
ہم شیعہ حضرات کا یہ دعویٰ خود شیعہ کتب کی روایات سے رد کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

سب سے پہلے شیعہ کتب کی روشنی میں دعوت ذوالعشیرہ کے خدوخال بیان کئے جاتے ہیں۔ تفسیر قمی ص ۴۷۴ پر "وانذر عشیرتک الاقربین۔" کی تفسیر میں لکھا ہے۔

فجمع رسول اللہ بنی ھاشم وھم	رسولؐ خدا نے بنی ہاشم کو جن کی کل
اربعون رجلاً کل واحد منھم یاکل	تعداد چالیس تھی جمع کیا۔ یہ لوگ بڑے
الجذع ویشرب القربۃ فاتخذ لھم	بسیار خور تھے۔ آپ نے ان کیلئے کھانا
طعاماً فاکلوا حتی شبعوا فقال	تیار کیا۔ ابولہب نے کہا کہ محمدؐ نے
ابولھب جذماً سحرکم محمد فتفرقوا	تھوڑے کھانے سے جادو کے ذریعے
فلما کان یوم الثانی امر رسول اللہ	ہم بسیار خوروں کو سیر کر دیا ہے۔
یفعل بھم مثل ذالک ثم سقاھم	اس پر تمام ہاشمی منتشر ہوگئے۔ دوسرے
اللبن فقال رسول اللہ ایکم تکون	روز آپؐ نے پھر دعوت کی۔ اور
وصیتی و وزیری وخلیفتی فقال	دودھ پلانے کے بعد پوچھا کہ آپ میں

ابولہب جزماً سحرکم محمد فتفرقوا	کون میرا وصی خلیفہ اور وزیر بننا چاہتا
فلما کان الیوم الثالث امر رسول اللہ	ہے۔ ابولہب کی مداخلت پر لوگ منتشر
ففعل بھم مثل ذالك ثم سقاھم اللبن	ہوگئے۔ اور تیسرے روز کی دعوت کے
فقال لھم رسول اللہ ایکم یکون	بعد آپؐ نے فرمایا کہ تم میں سے کون میرا
وصیّی ووزیری وینجز عدالی ویقفی	وصی وزیر بننا چاہتا ہے۔ تو حضرت علیؑ
دینی مقام علیؑ وکان اصغرھم سناً	نے فرمایا دجو عمر میں سب سے چھوٹے اور
واخمشھم ساقاً واقلھم مالاً فقال	قلیل المال تھے، کہ میں یہ ذمہ داری اٹھانے
انا یا رسول اللہ فقال رسول اللہ	کیلئے تیار ہوں۔ رسول اللہؐ نے فرمایا
انت ھو۔	ٹھیک ہے۔

اور مجمع البیان طبرسی جلد ۷ ص ۲۰۶ پر وانذر عشیرتك الاقربین کی تفسیر میں لکھا ہے

وانذرھم رسول اللہ فقال یا	کہ رسول اللہ نے دعوت کے بعد مطلبی
بنی عبدالمطلب انی انا النذیر الیکم	خاندان سے فرمایا کہ میں بشیر و نذیر بن
من اللہ والبشیر فاسلموا واطیعونی	کر آیا ہوں۔ اسلام لے آؤ، میری اطاعت
تھتدوا ثم قال من یواخیتی ویوازرنی	کرو۔ تم ہدایت یافتہ بن جاؤ گے۔ پھر
ویکون ولیّتی ووصیی بعدی وخلیفتی	فرمایا تم میں سے کون ہے جو میرا بھائی
فی اھلی ویقضی دینی فسکت القوم	خلیفہ وزیر اور وصی بننا چاہتا ہے۔
فاعادھا ثلاثاً کل ذالك یسکت القوم	سب حاضرین خاموش رہے۔ آپ نے
ویقول علی انا فقال فی المرۃ الثالثۃ	تین مرتبہ بات دہرائی۔ لیکن لوگ سوائے
انت ـ فقام القوم وھم یقولون	حضرت علی کے خاموش رہے۔ بعد ازاں
لابی طالب اطع ابنك فقد امّر	یہ لوگ حضرت ابوطالب کو مذاق کرتے
علیك ـ	ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے کہ اب تو اپنے

بیٹے کی اطاعت کیا کر۔

اور حیاۃ القلوب ص ۲۷۹ پر یوں ہے۔

"ہمہ ساکت شدند و جواب نگفتند پس حضرت امیرالمومنین برخواست وگفت
کہ من باتو بیعت میکنم بہ شرطیکہ بفرمائید و در ہرچہ حکم کنی اطاعت میکنم

حضرت فرمود کہ بنشیں کہ شائد کہ آنانکہ از تو بزرگ تر اند بر خیزند بار دگر باز ایشاں ساکت شدند و علی برخواست ۔"

جس کا مطلب یہ ہے کہ جب حضرت علیؓ اُٹھے تو آنحضرتؐ نے انہیں یہ کہہ کر بٹھا دیا کہ شائد تم سے بڑا کوئی شخص یہ منصب قبول کرے ۔ لیکن تین مرتبہ اعلان کرنے کے باوجود حضرت علیؓ کے سوا کسی نے جنبش نہ کی ۔

اِن اقتباسات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب آنحضرت کو تبلیغ عام کرنے کا حکم ہوا تو انہوں نے معاملے کی نزاکت محسوس کرتے ہوئے گھریلو تفکرات سے آزادی حاصل کرنے کیلئے ہاشمیوں سے کہا کہ وہ ان کی عدم موجودگی یا قید و بند یا وفعتاً قاتلانہ حملہ کے بعد وفات کی صورت میں ان کے اہل و عیال کی خبرگیری کریں ۔ ان کے لین دین کے معاملات وغیرہ نپٹائیں ۔ ان لوگوں میں حضرت ابوطالب ، عباس ، عقیل ۔ طالب، ابولہب حمزہ ، ابوسفیان بن حارث ، علی ، جعفر وغیرہ تمام ہاشمی موجود تھے ۔ لیکن کسی ہاشمی نے تین روز مسلسل دعوت اڑانے اور آنحضرت کی ترغیب و تحریص کے باوجود آنحضرت کی دستگیری نہ فرمائی ۔ کہاں ہیں وہ لوگ جو ابوطالب کی شفقتوں اور عظمتوں کے ترانے دن رات الاپتے رہتے ہیں ۔ وہ بتائیں کہ اِس شفیق چچا کی زبان کیوں گنگ ہوگئی تھی ۔ حضرت علی بھی تفسیر قمی کے مطابق پہلے دو روز خاموش رہے ہیں ۔ تیسرے روز جب وہ اُٹھے تو حیاۃ القلوب کے مولف ملا باقر مجلسی کے مطابق رسول اللہ نے انہیں بٹھا دیا کہ جو کام پیش نظر ہے اِس کیلئے کسی بزرگ کو اٹھنا چاہیئے ۔ لیکن حاضرین کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی ۔ الٹا مذاق اڑاتے ہوئے چلدیئے ۔

یہ نشست اعزہ و اقربا پر مشتمل تھی ۔ اِس کے مدعوین سب کے سب ہاشمی تھے ۔ کوئی غیر ہاشمی اس میں مدعو نہ تھا ۔ اِس گھریلو مجلس میں آنحضرتؐ گھریلو مسائل طے کر رہے تھے ۔ اُمت کی امانت و خلافت طے نہ ہو رہی تھی ۔ منصب " خلیفہ فی اہل " تھا " خلیفہ فی الامۃ " کا منصب نہیں تھا ۔ ورنہ اِس منصب دار کو ہارونؑ اور موسیٰؑ کے تعلق سے واضح نہ فرماتے کیونکہ آنحضرتؐ کو معلوم تھا کہ ہارونؑ امت میں حضرت موسیٰؑ کے جانشین نہیں ہوتے بلکہ حضرت موسیٰؑ ہی کی زندگی میں فوت ہوچکے تھے ۔ اور جانشین ہارونؑ کی بجائے یوشعؑ بن نون ہوئے تھے ۔ یہی وجہ ہے کہ سفر ہجرت میں گھریلو معاملات ، لین دین کے مسائل آپ حضرت علیؓ

کے سپرد کرکے سفر حضرت ابوبکرؓ کی معیت میں طے کرتے ہوئے مدینہ پہنچ گئے اور یہی وجہ ہے کہ پوری مکی زندگی کی کسی تبلیغی مہم یا تبلیغی سفر میں آنحضرتؐ کی معیت میں حضرت علیؓ کا نام نہیں ملتا۔ نہ ہی کسی ایسی جگہ ان کی موجودگی کا ثبوت ملتا ہے۔ جہاں حضرت رسول اکرمؐ جرم تبلیغ میں مصائب سے دوچار ہو رہے ہوں۔ اس لئے انہیں منصب علیہ فی اہل کا عطا ہوا ہے۔ دوسری طرف ان مقامات پر حضرت ابوبکرؓ سائے کی طرح رسول اللہ کے ساتھ دکھائی دیتے ہیں۔ اس لئے کہ ان کی تربیت خلافت نبوت کے لحاظ سے ہو رہی ہے۔ تبلیغ کے میدان میں وہ کارفرما ہیں۔ عشرہ مبشرہ کے اکثر ارکان حضرت صدیقؓ کی تبلیغ سے مسلمان ہوئے ہیں۔ مار انہیں پڑتی ہے۔ زخمی وہ ہوتے ہیں۔ آنحضرت کے ساتھ مار کھا کر بے ہوش وہ ہوتے ہیں۔ اور پھر حضرت علیؓ سے برسوں قبل بلا حیل و حجت وہ مسلمان ہو چکے ہیں۔

وصی کا منصب

اگر وصی اور وارث کا وہ تصور جو شیعہ حضرات، حضرت علیؓ کے متعلق پیش کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ کو رسول اللہؐ نے دعوت ذوالعشیرہ کے موقع پر وصی و وارث قرار دیا تھا اور غدیر خم کے موقع پر ان کی وصایت ولایت اور خلافت کا اعلان کیا تھا۔ تو پھر اس شیعہ روایت کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے۔ جس میں رسولؐ اللہ نے اپنی وفات سے چند روز قبل وصایت کا منصب حضرت عباسؓ کو پیش کیا تھا۔ اگر یہ منصب خالی نہیں تھا۔ اور اس پر حضرت علیؓ فائز کئے جا چکے تھے تو پھر یہ منصب حضرت عباسؓ کو کیوں پیش کیا گیا تھا؟ یہ روایت پیش کرنے سے قبل ہم دعوت ذوالعشیرہ کے متعلق جس میں حضرت علی کو اپنا وصی۔ وزیر۔ خلیفہ وغیرہ قرار دیا تھا ایک اور روایت مناقب آل ابی طالب سے نقل کرکے آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

واما بیعۃ العشیرۃ قال النبیؐ بعثت الی اھل بیتی خاصتہ والی الناس عامۃ وقد کان بعد مبعثہ بثلاث سنین علی ما ذکرہ الطبری فی تاریخہ والخرکوشی فی تفسیرہ ومحمد بن اسحٰق فی کتابہ عن ابی مالک عن ابن عباس وعنہ

ابن جریران لما نزل قولہ وانذر عشیرتک الاقربین جمع رسول اللہ
بنی ھاشم .... ثم قال لھم یا بنی عبد المطلب اطیعونی تکونوا
ملوک الارض وحکامھا وما بعثہ الیہ نبیاً الاجعل لہ وصیاً اخاً ووزیراً
فایکم یکون اخی ووزیری ووصیی ووارثی وقاضی دینی وفی روایۃ الطبری
عن ابن جبیر وابن عباس فایکم یوازرنی علی ھذا الامر علی ان یکون
اخی ووصیی وخلیفتی منکم فاحجم القوم .... وکان علی اصغرالقوم
یقول انا۔ فقال فی الثالثۃ اجل وضرب بیدہ علی امیرالمومنین "
(مناقب آل ابی طالب ص 306 - 305)

یعنی تین سن نبوت میں رسول اللہؐ نے ہاشمیوں کی دعوت۔ کھانے کے بعد تبلیغ کی۔ ابولہب آڑے آئے۔ جس کے نتیجے میں " تبت یدا ابی لھب وتب ..... نازل ہوئی دوسرے روز پھر دعوت کی۔ اور جب رسول اللہ نے فرمایا کہ تم میں سے کون میرا وزیر، وصی، خلیفہ، قرض چکانے والا ہوگا تو حضرت علیؓ کے سوا سبھی خاموش رہے۔ رسول اکرمؐ نے حضرت علیؓ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر عہد پختہ کر دیا۔

گویا تین سن نبوت میں پیش آنے والے اس واقعہ میں خلافت و وصیت کے معاملات طے کر دیئے گئے ہیں۔ لیکن ہم حیران ہوتے ہیں۔ جب ہماری نظر سے یہ روایت گذرتی ہے۔

قال رسول اللہ یا عباس یا عم رسول اللہ تقبل وصیتی وینجز عدتی وتقضی
دینی ؟ فقال العباس یا رسول اللہ عمک شیخ کبیر ذوعیال وانت تباری
الریح سخاءً وکرماً وعلیک وعد لا ینھض بہ عمک ۔ فاقبل علیٰ علی
فقال یا اخی تقبل وصیتی وتنجز عدتی وتقضی دینی ؟ فقال نعم یا رسول اللہ
فقال ادن منی فدنا منہ فضمنہ ونزع خاتمہ من یدہ فقال لہ خذھا
فضعہ فی یدک ودعا بسیفہ ودرعہ ویروی ان جبریل نزل بھا من السماء
فجئی بھا الیہ فدفعھا الی امیرالمومنین ــــ قال لہ اقبض فی حیاتی ۔ و
دفع الیہ بغلتہ وسرجھا وقال امض علیٰ اسم اللہ الی منزلک فلما کان من
الغد حجب الناس عنہ وثقل فی مرضہ وکان علی لا یفارقہ الا لضرورۃ ۔

(اعلام الوریٰ باعلام الہدیٰ صفحہ ۱۴۲)

یعنی جناب رسالتمآبؐ نے حضرت عباسؓ کو فرمایا۔ اے عباسؓ۔ اے عم رسولؐ کیا تو میرا وصی بننا پسند کرتا ہے؟ کیا تو میرے قرضے ادا کرنے کی ذمہ داری لیتا ہے۔ حضرت عباسؓ نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسولؐ آپ کا چچا بوڑھا اور عیال دار ہے۔ جبکہ آپ انتہائے جود وسخا کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو کچھ نہ کچھ دینے کا وعدہ کئے ہوئے ہیں۔ اس قدر کثیر رقم میں ادا نہیں کر سکوں گا۔ اس کے بعد آپ نے حضرت علیؓ کو فرمایا۔ اے علیؓ اے میرے بھائی۔ کیا تو میرا وصی بننا پسند کرتا ہے۔ اور کیا تو میرے قرضے ادا کرے گا۔ حضرت علیؓ نے حامی بھر لی تو جناب رسالتمآبؐ نے اپنی انگوٹھی اور زرہ وغیرہ منگوا کر حضرت علی کے حوالے کر دی۔ اس کے دوسرے دن آنحضرتؐ کا مرض شدت اختیار کر گیا اور آپ گھر کے ہو کر رہ گئے۔

ہماری حیرت کا سبب یہ ہے کہ اعلام الوریٰ کی اس روایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ جناب رسالتمآب کی وفات حسرت آیات سے چند روز پیشتر تک وصی رسولؐ کا منصب حضرت عباسؓ کو پیش کیا گیا ان کی معذرت کے بعد یہ منصب حضرت علیؓ کو پیش کیا گیا۔ جو انہوں نے قبول کر لیا۔ دعوت ذوالعشیرہ اور اس واقعہ میں بیس سال کا عرصہ حائل ہے۔ اور اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ منصب خالی تھا ورنہ حضرت عباس کو کیوں پیش کیا جاتا۔ اگر خالی نہیں تھا تو پھر اعلام الوریٰ کی یہ روایت غلط ہے۔ بصورت دیگر دعوت ذوالعشیرہ اور غدیر خم کے موقع پر حضرت علی کو وصی اور خلیفہ مقرر کرنے کی روایات غلط ہیں۔

دونوں قسم کی روایات ان شیعہ کتب سے نقل کی گئی ہیں۔ جو مستند شمار کی جاتی ہیں۔ اس لئے ہم یہ فیصلہ کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں ع

کس کا یقین کیجئے کس کا نہ کیجئے

ہمارے نزدیک وصایت کا معاملہ سراسر بے بنیاد ہے۔ نہ دعوت ذوالعشیرہ میں ایسا ہوا۔ نہ غدیر خم کے موقع پر ایسا ہوا اور نہ ہی اعلام الوریٰ کے بیان کردہ موقع پر کسی کو وصی مقرر کیا گیا ہے۔ ہمارے نزدیک وہی حقیقت ہے جو سورۃ تحریم کی تفسیر میں شیعہ تفسیر صافی اور تفسیر قمی میں بایں الفاظ درج ہے۔

حضور اکرمؐ نے حضرت حفصہؓ کو فرمایا۔

" ان ابابکر یلی الخلافۃ من بعدی ثم بعدہ ابوک ۔ فقالت من انبأک

ھذا۔ قال نبانی العلیم الخبیر (صافی ۵۶۲)

کہ میرے بعد ابوبکرؓ خلیفہ ہوں گے اور ان کے بعد حضرت عمرؓ۔ ام المومنینؓ نے پوچھا کہ آپ کو کس نے بتایا ہے۔ آپؐ نے فرمایا مجھے اللہ علیم وخبیر نے بتایا ہے۔

اور یہی روایت تفسیر قمی ص ۶۸۷ پر موجود ہے ۔ فرمایا

ان ابابکر یلی الخلافۃ من بعدی ثم بعد ابوک ۔ فقالت من اخبرک بھذا قال اللہ اخبرنی۔

اِن شیعہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو بذریعہ وحی بتا دیا تھا کہ خلیفہ اول ابوبکرؓ ہوں گے ۔ اور خلیفہ ثانی حضرت عمر ہوں گے ۔ اِس خدائی خبر کی موجودگی میں حضور اکرم کا حضرت علی کے متعلق وصیت خلافت کرنا شان نبوت سے بعید ہے اِسی لئے ہم کہتے ہیں کہ وصیت کے متعلق مذکورہ شیعہ روایات درست نہیں ہیں۔ بصورت دیگر رسولؐ خدا کو خدا کے احکام وفرامین کا نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ نافرمان سمجھنا پڑے گا۔ کہ خدا کی طرف سے خبر کچھ اور دی جا رہی ہے ۔ اور آپ عوام کو اِس کے مخالف ایک حکم دیئے جا رہے ہیں۔

اِن شیعہ روایات کے مطالعہ کے بعد ہمارا موقف یہ ہے کہ رسول اللہ نے یا توکسی کی خلافت کے متعلق وصیت کی ہی نہیں ۔ اگر کچھ اشارات کسی کے متعلق کئے ہیں تو حضرت ابوبکرؓ ہیں ۔ اور یہی اشارات تھے ۔ جن کے باعث سوائے سعدؓ بن عبادہ رئیس خزرج کے باقی تمام صحابہ حضرات ابوبکرؓ کی خلافت پر جمع ہو گئے تھے ۔

جناب مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب

حیات عیسیٰ علیہ السلام

"پیغامِ صلح" کے جواب میں

جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب ! ہدانا اللہ وایاکم الی صراط مستقیم ۔

مزاج گرامی ! راقم نے آنجناب کے ایک اداریہ سے متاثر ہو کر یکے بعد دیگرے تین دعوتی مراسلے جناب کی خدمت میں ارسال کئے تھے ، جن کا مقصد کسی بحث ومباحثہ میں الجھنا نہیں تھا۔ بلکہ محض آپ حضرات کی خیر خواہی وہمدردی کے لئے اُس غلطی پر متنبہ کرنا تھا ۔ جو مرزا غلام احمد کو "مسیح" اور "مہدی" ماننے میں آپ کی جماعت سے سرزد ہوئی ۔ خیال تھا کہ آنجناب معروضات پر ٹھنڈے دل سے غور فرما کر اس غلطی کی اصلاح فرمائیں گے ۔ مگر مجھے یہ دیکھ کر افسوس ہوا کہ آپ نے ۱۴ جولائی کے "پیغام صلح" میں اس ناکارہ کے پہلے مراسلہ کا صرف ایک فقرہ نقل کر کے ایک ایسے موضوع پر خامہ فرسائی شروع کر دی ۔ جو بقول آپ کے " بہت پرانا ، گھسا پٹا اور غیر دلچسپ" ہے ۔ چونکہ میرا مقصد صرف آپ کی خیر خواہی ہے ۔ اس لئے میں ایک بار پھر کوشش کروں گا کہ اِدھر اُدھر کی باتوں سے قطع نظر کر کے آپ کے ذہن میں جو شبہات راسخ ہیں ۔ ان کا ازالہ کروں اور آپ کو حق وانصاف اور صراط مستقیم کی دعوت دوں ۔ وما توفیقی الا باللہ ۔

آپ کو یاد ہوگا کہ آپ نے اپنے اداریہ میں اس امر پر گہرے رنج وغم کا اظہار فرمایا تھا کہ "ہم اپنے ماضی سے کٹ گئے ہیں" ۔ اِس پر میں نے عرض کیا تھا کہ آنجناب کا یہ احساس بھی بجا ہے کہ آپ اپنے ماضی سے کٹ چکے ہیں ۔ اور اس پر اظہارِ رنج وتاسف بھی بالکل صحیح ہے ۔ (جن اخلاف کا رشتہ ان کے اسلاف سے کٹ جائے اور وہ اپنے اسلاف کے صراط مستقیم کو چھوڑ کر کسی اور راستہ پر جا نکلیں ۔ ان کی حالت بلاشبہ قابل رحم ہے ۔) میں نے اس مرحلہ پر یہ ضروری سمجھا تھا کہ آپ کو آگاہ کیا جائے کہ آپ کے اپنے ماضی سے کٹ جانے کی ابتدا کس تاریخ سے

ہوتی ہے ، اور وہ کونسی غلطی ہے جس نے آپ لوگوں کو اپنے ماضی کاٹ ڈالنے میں سب سے بڑا کردار ادا کیا ، اس غلطی کی نشاندہی کرنا ہی آپ لوگوں کی سب سے بڑی خیر خواہی ہو سکتی ہے دراسی خیر خواہی کا حق ادا کرنے کیلئے میں نے لکھا تھا۔

"آنجناب بے خبر نہیں ہوں گے کہ سیدنا عیسیٰ بن مریم (علیہما السلام) کے آسمان سے نازل ہونے کا عقیدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متواتر احادیث میں وارد ہے ۔ اور دورِ نبویؐ سے آج تک امت اسلامیہ میں نسلاً بعد نسلٍ اور طبقةً بعد طبقة متواتر چلا آتا ہے ۔ یہی عقیدہ حدیث ، فقہ ، تفسیر اور عقائد کی کتابوں میں اکابر امت نے درج فرمایا ہے ۔ لیکن جناب مرزا غلام محمد صاحب نے اسے بیک جنبشِ قلم " شرکِ عظیم " قرار دے ڈالا ۔۔۔ میں عقل وفطرت کے نام پر آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ کیا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ تمام صحابہؓ ، تابعین ، مجددین ، اولیاء ، اقطاب جو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور آمد ثانی کے قائل تھے ۔ وہ سب نعوذ باللہ گمراہ اور شرکِ عظیم کے مرتکب تھے ؟ کیا اس کے بعد بھی آپ کو اپنے ماضی سے کٹ جانے میں کوئی شک و شبہ باقی رہ جاتا ہے ۔"

میری اس گذارش پر آپ تحریر فرماتے ہیں :

" ہم محمد یوسف صاحب کی خدمت یہ عرض کئے دیتے ہیں کہ جماعتِ احمدیہ میں لوگ مختلف فرقوں سے آکر شامل ہوئے ۔ خود مرزا صاحب اور آپ کی جماعت کا ۱۸۹۰ء کے اُس دن تک یہی عقیدہ رہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں ۔ جس دن تک اللہ تعالیٰ نے اس راز سے یہ فرما کر پردہ نہ اٹھایا کہ 'مسیح ابن مریم فوت ہو گیا ہے '۔" (جعلناك المسيح بن مريم) اس کے بعد آپ نے (یعنی مرزا صاحب نے) قرآن کریم کی آیات پر غور کرنا شروع کیا ، اور پورے ایک سال بعد یعنی ۱۸۹۱ء میں جب آپ کو (یعنی مرزا صاحب کو) حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات کا یقین ہو گیا تو آپ نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ۔ اسی دعویٰ کے بعد مخالفت کا طوفان اٹھا ۔ بہت سے لوگ جماعت سے الگ ہو گئے ۔ اور آپ کے (یعنی راقم الحروف کے)

علماء نے کفر کا فتویٰ لگایا ـــــ اب بات بالکل سیدھی سادی ہے، قرآن کریم خدا کا قول ہے۔ اور اس کے بعد ساری کتابیں، جن کا آپ نے حوالہ دیا ہے۔ قولِ البشر میں داخل ہیں۔ خدا کا قول، البشر کے قول پر حاوی اور حکم ہے۔"
(پیغام صلح ۱۴ر جولائی ۱۹۷۶ء صـ۳)

گویا آپ خود بھی اعتراف فرماتے ہیں کہ ۱۸۹۰ء تک مرزا صاحب اور ان کی جماعت امت اسلامیہ کے تیرہ۱۳ سو سالہ عقیدہ پر قائم تھی۔ بعد ازاں مرزا صاحب کو الہام ہوا کہ مسیح ابن مریم مرگیا۔ اور اب تو ہی مسیح ہے۔ اس الہام کی روشنی میں مرزا صاحب نے قرآن کریم کا ایک نئے انداز سے مطالعہ شروع کیا، اور ایک سالہ غور وفکر کے بعد انہوں نے مسیح کی وفات کا اعلان کر کے ان کی مسند کو خود ہی زینت بخشنے کا فیصلہ کرلیا۔ وہ دن اور آج کا دن، مرزا صاحب اور ان کی جماعت کا اعتقادی راستہ مسلمانوں کے تیرہ۱۳ سو سالہ راستے سے الگ چلا آتا ہے، جس بات کو آپ خود تحریر فرما رہے ہیں اسی کو میں آپ کے ماضی سے کٹ جانے کیساتھ تعبیر کر رہا ہوں۔ جب تک مرزا صاحب نے ملت اسلامیہ کے عقیدے سے انحراف نہیں کیا کسی نے ان کی مخالفت نہیں کی، اور جب سے مرزا صاحب نے اپنے "الہام" کی پیروی کرتے ہوئے اسلامی عقائد کو منسوخ کرنا شروع کیا تب سے ان کی مخالفت بھی امت اسلامیہ پر فرض ہوگئی۔ بہرحال یہ تھی وہ غلطی جس نے مرزا صاحب کا راستہ امت سے الگ کر دیا، اس کا اعتراف مرزا صاحب کو بھی ہے، چنانچہ ملفوظات احمدیہ میں مرزا صاحب کا یہ ارشاد نقل کیا ہے:

"ایک دفعہ ہم دلّی میں تھے، ہم نے وہاں کے لوگوں سے کہا کہ تم نے تیرہ سو سال سے یہ نسخہ استعمال کیا کہ حضرت عیسیٰؑ کو زندہ آسمان پر سمجھا یا۔ مگر اب دوسرا نسخہ ہم بتاتے ہیں وہ استعمال کر کے دیکھو۔ اور وہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو وفات شدہ مان لو"۔ (ملفوظات جلد دہم صـ۳۰ مطبوعہ ربوہ)

گویا مرزا صاحب یہ تو تسلیم کرتے ہیں کہ تیرہ سو سال سے امتِ اسلامیہ میں حیات عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ متواتر چلا آتا ہے، مگر ساتھ ہی وہ یہ مشورہ بھی دیتے ہیں کہ اب اس عقیدہ کو تبدیل کر لیا جائے اور اس کے بجائے حضرت عیسیٰؑ کی وفات کا عقیدہ رکھا جائے ـــــ ظاہر ہے کہ کسی امتی کی یہ مجال نہیں کہ وہ شریعت محمدیہؐ کے کسی ادنیٰ مستحب کو بھی تبدیل

سکے، کجا کہ عقائد میں نسخ و تبدیل کی جرأت کیجائے۔ اس لئے مرزا صاحب کے مشورہ کو پذیرائی نہ ہوئی

علاوہ ازیں عقائد تو ہمیشہ غیر متبدل ہوتے ہیں۔ ان میں نسخ و تبدیل ممکن ہی نہیں۔ کیونکہ ہر عقیدہ ایک جملہ خبریہ ہے۔ وہ اگر واقعہ کے مطابق ہے تو حق ہے ورنہ باطل —— اب جبکہ مرزا صاحب کا ۱۸۹۰ء کے بعد کا عقیدہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تیرہ چودہ سو سالہ امت کے عقیدہ کے خلاف ہے تو لامحالہ ایک حق ہوگا اور دوسرا باطل —— ہمارے نزدیک حق وہی ہے جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر آج تک کے تمام اہل حق متفق چلے آئے ہیں، اسے تبدیل کرنے کے معنی یہ ہوں گے کہ ہم حق کو چھوڑ کر باطل کے دامن میں پناہ لیں

آپ نے اپنی منقولہ بالا عبارت کے آخر میں جو ارشاد فرمایا ہے کہ "قرآن قولِ خدا ہے۔ اور جن کتابوں میں حیات عیسیٰؑ کا مسئلہ لکھا ہے۔ وہ قول بشر ہے۔ اور قولِ خدا قول بشر پر حکم ہے" اس کے بارے میں گذارش ہے کہ زیر بحث مسئلہ میں قولِ بشر کا مقابلہ نہیں، بلکہ تیرہ صدیوں کے فہم قرآن اور مرزا صاحب کے فہم قرآن کے درمیان مقابلہ ہے۔ یک عقیدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی امت نے قرآن مجید سے سمجھا۔ اور اس کے خلاف دوسرا عقیدہ مرزا صاحب کا اور ان کی جماعت نے قرآن کی طرف منسوب کیا، اب آپ ہی انصاف فرمائیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فہم قرآن حجت ہے یا مرزا غلام محمد صاحب کا؟ اور امت اسلامیہ کا اجماعی فہم لائق اعتبار ہے یا سر سید اور اس کے پیروؤں کا؟ لے

ڈاکٹر صاحب! اہل علم اور اہل دانش کو انصاف لازم ہے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ و تابعین، آئمہ دین اور مجددین کے سامنے قرآن نہ ہوتا اور وہ پہلی بار قادیان میں صرف مرزا غلام محمد صاحب کے سامنے کھلا ہوتا تب تو آپ کہہ سکتے تھے کہ "مرزا صاحب سے پہلے جن لوگوں نے حیات عیسیٰ کا عقیدہ رکھا ان کا قول، قولِ بشر ہے جو نعوذ باللہ محض اٹکل پچو قیاس اور رائے پر مبنی ہے۔ اور وہ بے چارے معذور تھے۔ کیونکہ ابھی تک اس مسئلہ میں

لے:۔ حیات عیسیٰ کا انکار سب سے پہلے سر سید نے کیا تھا، حکیم نور دین، مولوی عبدالکریم سیالکوٹی اور دیگر نیچری سر سید کی تقلید میں اس کے قائل تھے، مرزا غلام احمد صاحب نے "الہامی سند" سے سر سید کے مشن کو اپنایا تو یہ تمام لوگ مرزا صاحب کے گرد جمع ہو گئے۔

قرآن کی نصِ قطعی نازل نہیں ہوئی - اور جب مرزا صاحب پر قادیاں میں قرآن نازل ہوگیا تو اس کے بعد کوئی معذور نہیں رہا۔" ــــ لیکن جب قرآن مرزا صاحب پر نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا، اور مرزا صاحب سے پہلے تیرہ صدیوں میں قرآن دنیا میں موجود تھا، اور دورِ نبوی سے مرزا صاحب کے وقت تک اس کی تلاوت، تعلیم و تعلم، و تشریح و تفسیر کا سلسلہ بھی کبھی منقطع نہیں ہوا تو آپ کو یہ کس نے بتایا کہ قرآن صرف مرزا صاحب ہی نے دیکھا ہے۔ اس سے پہلے اسے نہ کسی نے دیکھا، پڑھا، نہ سمجھا ــــ اس لئے مرزا صاحب کا قول تو قولِ خدا ہے اور باقی سب کا قول، قولِ بشر میں داخل ہے ــــ مجھے آپ ایسے دانشوروں پر رہ رہ کر تعجب آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو یہ فرمائیں کہ:

"ان عیسیٰ لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم القیامۃ" (درمنثور)

ترجمہ:- بے شک عیسیٰ علیہ السلام مرے نہیں، اور بے شک وہ قیامت سے پہلے تمہارے پاس واپس آئینگے۔

اس کے مقابلہ میں مرزا صاحب کہتے ہیں کہ "ابن مریم مر گیا حق کی قسم" لیکن آپ حضرات کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تاکیدی ارشاد تو قولِ بشر میں داخل ہے اور مرزا صاحب جو کچھ فرماتے ہیں وہ قولِ خدا ہے۔ اس ذہنیت کا ماتم آخر کن الفاظ میں کیا جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ "میرے ربّ کا مجھ سے عہد ہے کہ قربِ قیامت میں دجال کا خروج ہوگا تو میں (آسمان سے) نازل ہو کر اسے قتل کروں گا" (ابن ماجہ ص۲۹۹) اور مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ابن مریم کی حقیقتِ کاملہ منکشف نہیں ہوئی (ازالہ ص ۲۸۲ طبع پنجم) مگر آپ لوگوں کو مرزا صاحب پر تو ایمان ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول، قولِ بشر ہے۔

ترجمان قرآن عبداللہ بن عباس رضی قرآن کریم کی آیت بل رفعہ اللہ الیہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں،

"جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھانے کا ارادہ کیا تو وہ اپنے اصحاب کے پاس تشریف لائے، اور مکان میں بارہ حواری تھے...... اور عیسیٰ علیہ السلام کو مکان کے روشن دان سے آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا (درمنثور ص۲۳۸/۲)

اور مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ:

"جن کا یہ گمان ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر گئے۔ ان کے ہاتھ میں کوئی دلیل نہیں بلکہ وہ جھوٹ بولتے ہیں۔" (خطبہ الہامیہ ص۱۴۳)

مگر آپ لوگوں کے نزدیک مرزا صاحب سچے ہیں اور عبداللہ بن عباسؓ جھوٹے —— معاذ اللہ

امام الاولیاء، سید التابعین حسن بصریؒ قرآن کریم کی آیت مبارکہ وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

" قبل موت عیسٰی، واللہ انہ الآن لحی عند اللہ ولکن اذا نزل آمنوا بہ اجمعون" (تفسیر ابن جریر)

ترجمہ:۔ " یعنی عیسٰی علیہ السلام کی موت سے پہلے (تمام اہل کتاب پر ایمان لائیں گے، اللہ کی قسم وہ ابھی زندہ ہیں۔ اللہ کے پاس، لیکن جب وہ نازل ہونگے تو ان پر سب ایمان لائیں گے۔"

مگر آپ لوگوں کے نزدیک حضرت حسن بصریؒ کی قسم جھوٹی —— اور مرزا صاحب کی قرآن فہمی برحق۔

یہ چند مثالیں اس امر کی وضاحت کیلئے عرض کی ہیں۔ کہ مرزا صاحب کا فہم قرآن۔ گذشتہ اکابر امت کے فہم قرآن سے کس طرح ٹکراتا ہے۔ لیکن آپ مرزا صاحب پر اعتماد کرکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام اکابر امت کو چھوڑنے کیلئے آمادہ ہوگئے اور اس امر کا قطعاً احساس نہ کیا کہ ہم اپنے ماضی سے کٹ رہے ہیں۔ حالانکہ مرزا صاحب کے فہم قرآن کا یہ حال ہے کہ براہین احمدیہ کی تصنیف کے زمانہ میں وہ بزعم خود چودھویں کے مجدد بھی تھے۔ محدث بھی ملہم بھی۔ مثیل عیسٰی بھی، جری اللہ فی حلل الانبیاء بھی۔ رحمٰن سے قرآن کی تعلیم بھی حاصل کرچکے تھے، تمام کمالات محمدی معہ نبوت محمدیہ کے ان کے آئینہ ظلیت میں منعکس ہوچکے تھے، اور ان پر مغز شریعت بھی کھل چکا تھا۔ مگر بایں ہمہ وہ براہین احمدیہ میں قرآن مجید کی آیت سے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی حیات اور آمد ثانی کا عقیدہ ثابت کررہے تھے (دیکھئے ص۴۹۸ و ص۴۹۹) اس وقت ان کا فہم قرآن یہ تھا، اور بقول ان کے بارہ برس بعد ان کے فہم قرآن نے یہ کہا عیسٰی علیہ السلام مرچکے ہیں۔ اگر براہین کی تصنیف کے زمانہ میں ان کا فہم قرآن —— تمام کمالات مزعومہ کے باوجود —— غلط تھا تو بعد کے دور میں ان کا فہم قرآن کیونکر صحیح تسلیم کرلیا جائے۔ جب ایک ہی مسئلہ میں وہ ایک وقت میں ایک رائے قائم کرتے ہیں اور دوسرے وقت میں ان کی رائے کچھ اور ہوتی ہے (پھر مسئلہ بھی اجتہادی نہیں بلکہ اعتقادی ہے، اور پھر یہ بھی نہیں کہ وہ پہلے دور میں قرآن سے ناآشنا ہوں، اور بعد میں انہیں قرآن فہمی کا کوئی نیا ملکہ حاصل ہوگیا ہے) تو اس سے اور کچھ ثابت ہو یا نہ ہو مگر بات تو بالکل واضح ہے کہ ان کی قرآن فہمی لائق اعتماد نہیں، بلکہ جو خیال ان کے نہاں خانہ دماغ میں جاگزیں ہوجاتے وہ اسی کو قرآن کریم سے ثابت کرنے بیٹھ جاتے ہیں۔

دنیا کی مذہبی تاریخ کی شاید یہ انوکھی مثال ہے کہ ایک شخص ایک عقیدہ کو قرآن سے ثابت کرتا ہے اور کچھ عرصہ بعد اسے قرآن کی تیس آیتیں اس کی نفی میں مل جاتی ہیں۔ اور اس کے مرید "قرآن فہمی" میں اس سے بھی آگے نکل جاتے ہیں۔ اور وہ پچاس پچاس ساٹھ ساٹھ آیتوں سے اپنے مرشد کے سابق قرآنی عقیدے کی دھجیاں فضائے بسیط میں بکھیرنا شروع کر دیتے ہیں۔ پھر اس سے بھی عجیب تر یہ کہ آج جس سے عقیدے کو قرآن سے ثابت کیا جاتا ہے۔ کل اسی کو "شرک عظیم" ٹھہرایا جاتا ہے، غالباً اس تناقض اور تہافت کی مثال مرزا صاحب کے سوا کسی اور جگہ ڈھونڈنا عبث ہے۔ اور جن لوگوں نے متاعِ ایمان مرزا صاحب کی اس "قرآن فہمی" کے ہاتھ فروخت کر ڈالی ان کی حالت کس قدر قابل رحم ہے

ڈاکٹر صاحب ہمیں بتاتے ہیں کہ مرزا صاحب نے ۱۸۹۰ء کے بعد مطالعہ قرآن کی بنیاد اپنے "الہام" پر رکھی۔ حالانکہ مرزا صاحب کی "قرآن فہمی" کی طرح ان کا الہام بھی مرزا صاحب کے خیالات ہی کی عکاسی کیا کرتا ہے، جس زمانے نے مرزا صاحب پر کسی خیال کا غلبہ ہو جائے۔ ان پر اسی خیال کے "الہامات" کی بارش شروع ہو جاتی ہے، چونکہ آدمی کے خیالات بدلتے رہتے ہیں اس لئے مرزا صاحب کے الہامات بھی تضاد اور تناقض کا مرقع ہیں، چنانچہ ۱۸۹۰ء سے پہلے مرزا صاحب کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ تشریف آوری کے الہامات ہوئے تھے۔ ملاحظہ فرمائیے

الف :۔ اس عاجز پر ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ خاکسار اپنی غربت اور انکسار اور توکل اور ایثار، آیات اور انوار کی رو سے مسیح کی پہلی زندگی کا نمونہ ہے .... چونکہ اس عاجز کو حضرت مسیح سے مشابہت تامہ ہے۔ اس لئے خداوند کریم نے مسیح کی پیشگوئی میں ابتدا سے اس عاجز کو بھی شریک کر رکھا ہے۔ یعنی حضرت مسیح پیش گوئی متذکرہ بالا کا جو آیت ھوالذی ارسل رسولہ الایہ میں کی گئی ہے، کا ظاہری اور جسمانی طور پر مصداق ہے۔ اور یہ عاجز روحانی اور معقول طور پر اس کا محل اور مورد ہے"۔ (براہین ص ۴۹۹)

[یعنی الہامات میں مرزا صاحب پر ظاہر کیا گیا ہے کہ حضرت مسیحؑ کی زندگی کے دو دور ہیں ایک رفعِ آسمانی سے پہلے کا۔ اور دوسرا نزول کے بعد کا۔ پہلا غربت اور مسکنت کا دور تھا اور دوسرا جاہ و جلال اور حکومت کا دور ہوگا۔ مرزا صاحب کو الہامات میں بتایا گیا ہے کہ وہ مسیحؑ کی پہلی زندگی کا نمونہ ہیں۔ اور چونکہ ان کو حضرت مسیح علیہ السلام سے مشابہت تامہ حاصل ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی آیت ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق میں جو

مسیح علیہ السلام کے دوبارہ آنے کی پیشگوئی کر رکھی ہے۔ اس میں ابتدا ہی سے مرزا صاحب کو بھی شریک کر رکھا ہے۔ یعنی آیت کا ظاہری اور جسمانی مصداق حضرت مسیح علیہ السلام کا دوبارہ آنا ہے۔ اور روحانی اور معقولی مصداق مرزا صاحب کی ذات گرامی ہے ـــــ اس آیت کی یہ تشریح جو مرزا صاحب کو الہام میں بتائی گئی ہے۔ اس کی رو سے یہ آیت حضرت مسیح علیہ السلام کی دوبارہ تشریف آوری پر نقلِ قطعی الثبوت بھی ہے۔ اور قطعی الدلالت بھی ـــ اور قطعیات کا انکار کفر ہوتا ہے۔ اِس لئے مسیحؑ کی آمد ثانی کا انکار بھی قطعاً کفر ہوگا]

ب :- براہین احمدیہ ص۵۰۵ میں مرزا صاحب کا ایک الہام اور اس کی تشریح درج ذیل ہے
"عسیٰ ربکم ان یرحم علیکم وان عدتم عدنا وجعلنا جھنم للکافرین حصیراً۔
خدا تعالیٰ کا ارادہ اس بات کی طرف متوجہ ہے جو تم پر رحم کرے اور اگر تم نے گناہ اور سرکشی کی طرف رجوع کیا تو ہم بھی سزا اور عقوبت کی طرف رجوع کریں گے، اور ہم نے جہنم کو کافروں کیلئے قید خانہ بنا رکھا ہے ـــ یہ آیت اس مقام میں حضرت مسیحؑ کے جلالی طور پر ہونے کا اشارہ ہے، یعنی اگر طریقِ رفق اور نرمی اور لطف و احسان کو قبول نہیں کریں گے، اور حق محض جو دلائل واضحہ اور آیاتِ بینہ سے کھل گیا ہے۔ اس سے سرکش رہیں گے تو وہ زمانہ بھی آنے والا ہے۔ کہ جب خدا تعالیٰ مجرمین کیلئے شدت اور عنف اور قہر اور سختی کو استعمال میں لائے گا، اور حضرت مسیح علیہ السلام نہایت جلالیت کے ساتھ دنیا پر اتریں گے اور تمام راہوں اور سڑکوں کو خس و خاشاک سے صاف کر دیں گے، اور کج اور ناراست کا نام و نشان نہ رہے گا، اور جلالِ الٰہی گمراہی کے تخم کو اپنی تجلی قہری سے نیست و نابود کر دے گا۔ اور یہ زمانہ اُس زمانہ کیلئے بطور ارہاص کے واقع ہوا ہے، یعنی اُس وقت جلالی طور پر خدا تعالیٰ اتمام حجت کرے گا۔ اب بجائے اس کے جمالی طور پر یعنی رفق اور احسان سے اتمام حجت کر رہا ہے"۔

ان دونوں حوالوں سے واضح ہوتا ہے کہ براہین احمدیہ کی تصنیف کے زمانے میں مرزا صاحب کو حضرت عیسٰی علیہ سلام کی دوبارہ تشریف آوری کا الہام ہوا تھا۔ اور الہامات میں ان پر ظاہر کیا گیا تھا کہ ان کا زمانہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے نزول کا زمانہ نہیں بلکہ اِس کیلئے "ارہاص" اور ابتدائی آثار کی حیثیت رکھتا ہے ـــ لیکن کچھ عرصہ بعد مرزا صاحب بتاتے ہیں کہ انہیں الہام کے ذریعہ

بتایا گیا ہے کہ "مسیح مر چکا۔ اور اب تو ہی مسیح ابن مریم ہے۔" جو شخص مرزا صاحب کے دونوں زمانوں کے ان متضاد الہامات پر غور کرے گا وہ یقیناً اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ مرزا صاحب کے "الہامات" ان کے وقتی خیالات کے تابع ہوا کرتے ہیں، اگر یہ "الہامات" من جانب اللہ ہوتے تو ان میں تناقض اور تضاد نہ ہوتا۔ آخر یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک زمانے میں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مرزا صاحب پر یہ ظاہر کیا جائے کہ

الف :۔ قرآن کی پیشگوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ آمد کے بارے میں ہے۔

ب :۔ وہ زمانہ بھی آنے والا ہے جب حضرت مسیح علیہ السلام نہایت جلالیت کے ساتھ دنیا پر اُتریں گے۔

ج :۔ مرزا صاحب کا زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کیلئے "ارہاص" کی حیثیت رکھتا ہے۔

د :۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ تشریف آوری کے وقت خدا تعالےٰ جلالی طور پر اتمام حجت کرے گا۔

لیکن دوسرے وقت اللہ تعالیٰ اپنی ان تمام الہامی خبروں کو یہ کہہ کر غلط ٹھہرا دے کہ "مسیح مر گیا ہے وہ اب دوبارہ نہیں آئے گا"۔

غور فرمائیے کہ جب اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ تشریف آوری کا مرزا صاحب کو الہام کر رہا تھا کیا اس وقت اسے خبر نہ تھی کہ مسیح مر چکا ہے۔ اور اسے اب دوبارہ نہیں آنا ہے۔

گذشتہ بحث پر جو شخص بھی بنظر انصاف غور کرے گا۔ اسے یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ نہ تو مرزا صاحب کے فہم قرآن پر اعتماد کیا جا سکتا ہے، نہ ان کے الہامات ہی کا کچھ اعتبار ہے۔ وہ اپنے ہی خیالات و نظریات کو الہامات تصور کر لیتے ہیں۔ اور پھر کھینچ تان کر انہیں قرآن کریم کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ اس اصولی بحث کے بعد "پیغام صلح" کے پیش کردہ شبہات خود بخود زائل ہو جاتے ہیں۔ تاہم ڈاکٹر صاحب اور ان کی جماعت کی خیر خواہی کیلئے ان کا الگ الگ جواب بھی عرض کرتا ہوں۔ ممکن ہے کسی طالب حق کی تسکین و تشفی کا موجب ہو جائے۔

حیات و ممات کا فیصلہ اور قرآن کریم آپ لکھتے ہیں :۔

ہم حضرت عیسیٰؑ کی حیات و ممات کا فیصلہ قرآن کریم سے چاہتے ہیں۔ اگر یہ ثابت

ہو جائے کہ حضرت مسیحؑ آسمان پر زندہ ہیں تو پھر انہوں نے ہی نازل ہونا ہوگا، اور حضرت مرزا صاحب اپنے دعوے میں جھوٹے قرار پاتے ہیں۔ اور اگر نہیں تو یہ خود بخود فیصلہ ہو جائے گا کہ یہ شرک عظیم ہے یا نہ۔" (پیغام صلح ۱۴ جولائی ۶۷، ص ۳)

اوپر قرآن کریم کی تین آیات ذکر کر چکا ہوں جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر زندہ اٹھایا جانا اور قرب قیامت میں دوبارہ نازل ہونا مذکور ہے۔

پہلی آیت:۔ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَل رَّفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ۔ (اور انہوں نے آپؑ کو ہرگز قتل نہیں کیا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو اپنی طرف اٹھا لیا۔)

صحابہ، تابعین، مجددین اور مفسرین بیک زبان اس آیت کے یہی معنیٰ بیان کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اٹھایا۔

دوسری آیت:۔ وَإِن مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ۔ اس کی تفسیر حضرت حسن بصریؒ سے اوپر نقل کر چکا ہوں کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں۔ اور قرب قیامت میں وہ نازل ہوں گے۔ اس وقت تمام اہل کتاب ان پر ایمان لائیں گے۔

یہی تفسیر حضرت ترجمان القرآن ابن عباس، حضرت ابوہریرہ، حضرت محمد بن حنفیہ، حضرت ام سلمہ حضرت قتادہ تابعی، حضرت ابن زید تابعی، حضرت ابومالک تابعی اور دیگر ائمہ ہدیٰ سے منقول ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے قبل تمام اہل کتاب ان پر ایمان لائیں گے۔

اس آیت کی ایک دوسری تفسیر یہ کی گئی ہے کہ ہر کتابی اپنی موت سے قبل حضرت عیسیٰ پر ایمان لاتا ہے۔ یہ تفسیر اگرچہ مرجوح ہے مگر یہ پہلی تفسیر کے منافی نہیں۔ اپنی جگہ دونوں صحیح ہیں۔ چنانچہ بہت سے اکابر نے بیک وقت دونوں تفسیریں کی ہیں۔ اور بعض نے پہلی تفسیر کو اور بعض نے دوسری تفسیر کو راجح کہا ہے ـــــ

تیسری آیت:۔ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ۔
اس آیت کی تفسیر خود مرزا صاحب یہ فرماتے ہیں۔

"یہ آیت جسمانی اور سیاستِ ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیشگوئی ہے۔ اور جس غلبۂ کاملہ کا اس آیت میں وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ حضرت مسیح کے ذریعہ ظہور میں آئیگا۔ اور جب حضرت مسیح دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق و اقطار میں پھیل جائیگا۔" (براہین احمدیہ ص ۴۹۸ ح، ص ۴۹۹)

ان کے علاوہ اور بہت سے مواقع پر اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کے زندہ ہونے اور آخری زمانے میں نازل ہونے کو تصریحاً یا اشارتاً بیان فرمایا ہے۔ مگر کسی ایک جگہ بھی ان کے حق میں موت کا لفظ استعمال نہیں فرمایا، بلکہ آیت ع۲ میں قبل موتہٖ کا لفظ آیا ہے، جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ آیت کے نزول تک کا زمانہ" ان کی موت سے قبل" کا زمانہ ہے۔ یعنی کم از کم اس آیت کے نازل ہونے تک تو ان کی موت واقع نہیں ہوئی تھی۔ رہا یہ کہ پھر کب ہوگی؟ اس کا فیصلہ بھی قرآن کریم نے اسی آیت میں کر دیا ہے، یعنی جب تک تمام اہل کتاب ان پر ایمان نہ لے آئیں تب تک ان کی موت واقع نہ ہوگی اور جب آخری زمانہ میں خروج دجال کے موقع پر ان کا نزول ہوگا اور ان کے ہاتھ سے فتنۂ دجال کا صفایا ہو چکے گا۔ تمام اہل کتاب، جو اس وقت تک موجود ہوں گے، ان پر ایمان لے آئیں گے۔ تب ان کے انتقال کا وقت آئیگا۔ یہی مضمون آنحضرت صلعم نے اس حدیث میں بیان فرمایا ہے جو مرزا غلام احمد نے حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم کے ص۵۳ پر نقل کی ہے

ثم یموت فیدفن معی فی قبری (مشکوٰۃ ص۴۸۰)	پھر ان کا انتقال ہوگا، پس وہ میرے ساتھ میرے روضہ اطہر میں دفن ہوں گے۔

پھر یہی مضمون اس حدیث میں ارشاد ہے جو مسٹر محمد علی لاہوری نے " النبوۃ فی الاسلام" کے ص۹۲ پر درج کی ہے۔

ویھلک اللہ فی زمانہ الملل کلھا الا الاسلام ویھلک المسیح الدجال فیمکث فی الارض اربعین سنۃ ثم یتوفی فیصلی علیہ المسلمون (ابوداؤد ص۲۳۸/۲)	اور ان کے زمانہ میں اسلام کے سوا تمام مذاہب مٹ جائیں گے، اور مسیح دجال ہلاک ہو جائیگا۔ پس وہ زمین میں چالیس برس رہیں گے۔ پھر ان کی وفات، پس مسلمان ان پر نماز جنازہ پڑھیں گے

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے۔

ان روح اللہ عیسیٰ نازل فیکم .... فیمکث اربعین سنۃ ثم یتوفی و یصلی علیہ المسلمون (منتخب کنز العمال برحاشیہ مسند احمد ص۵۶/۶)	بے شک حضرت روح اللہ عیسیٰؑ تم پر نازل ہوں گے ..... پس چالیس برس رہیں گے پھر ان کا وصال ہوگا۔ اور مسلمان ان کی نماز پڑھیں گے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے درخواست کہ انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے پہلو میں دفن کی اجازت دی جائے - یہ فرمایا:- مجھے اس جگہ دفن ہونے کا موقع کیسے مل

وانّی لک بذلک الموضع، ما فیہ الا موضع قبری، وقبر ابی بکر و عمر و عیسیٰ بن مریم (الوفاء ص)

سکتا ہے - وہاں تو صرف میری، ابوبکر عمر اور عیسیٰ بن مریم کی قبروں کی جگہ ہے

قرآن کریم کے ارشادات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ان تشریحات سے ثابت ہو جاتا ہے کہ مسیح علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں - وہ قرب قیامت میں نازل ہوں گے - اس کے بعد ان کی وفات ہوگی، مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے اور انہیں روضہ اطہر میں دفن کیا جائے گا- جہاں ان کی قبر کی جگہ موجود ہے (مشکوٰۃ)

اب ڈاکٹر صاحب کو حق حاصل ہے کہ وہ مرزا صاحب کو جھوٹا سمجھیں یا قرآن و حدیث اور خدا و رسول کی تکذیب کریں -

وضو قائم رکھنے کے لئے جوتے پہننا بہت
ضروری ہے ہر مسلمان کی کوشش
ہونی چاہیئے کہ اس کا وضو قائم رہے۔
سروس انڈسٹریز
پائیدار۔ دلکش۔ موزوں اور
واجبی نرخ پر جوتے بناتی
ہے
Servis
سروس شوز
قدم قدم حسین قدم قدم آرام
ماسٹر پلان جشن صد سالہ
دارالعلوم دیوبند
۱۳۹۷ھ
۱۹۷۷ء
صفحات ۴۸ ۔ قیمت ایک روپیہ
الرشید
EAGLE
IRIDIUM
مختلف رنگوں اور ڈیزائنوں میں پاکستان کے علاوہ
دنیا کے دیگر ۵۰ سے زائد ملکوں میں بھی دستیاب ہے
ایگل ایک عالمگیر قلم
مینوفیکچررز:
آزاد فرینڈز اینڈ کمپنی لمیٹڈ
کراچی ۱۶ فون: ۲۹۲۳۷۰
سول ایجنٹ:
سلطان شاہد اینڈ کمپنی

حقوق نسواں کمیٹی کی سفارشات

غیر اسلامی ہیں

اخباری رپورٹ پر دار الافتاء دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا مختصر تبصرہ

پاکستانی خواتین کے حقوق سے متعلق کمیٹی نے جو سفارشات پیش کی ہیں، ان میں سے اکثر قطعی اور اجماعی طور سے غیر اسلامی اور قرآن و حدیث کے منافی ہیں، اور مسلمان خواتین کے دین اور دنیا کے لئے تباہ کن ہیں۔ مثال کے طور پر یہ باتیں :-

و۔ مرد کے شادی کے لئے کم از کم ۲۱ برس کی عمر مقرر کرنا۔

ب۔ طلاق شدہ عورت کو شوہر کی منقولہ اور غیر منقولہ جائداد میں سے آٹھویں حصے کا حقدار ٹھہرانا۔

ج۔ عدت کی مدت کے علاوہ دیگر کسی مدت کا نفقہ مقرر کرنا۔

د۔ خاوند سے طلاق دینے کا اختیار سلب کر دینا۔

اور اس طرح کے کئی امور مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر کے نزدیک غیر اسلامی ہیں ـــ۔

حقیقت یہ ہے کہ

حکومت مسلمان خواتین کی حقوق پروری نہیں چاہتی، ورنہ اسلام سے باقاعدہ واقف لوگوں کی کمیٹی مقرر کرتی۔

محمد فرید عفی عنہ

مفتی دار العلوم حقانیہ

جناب قاری محمد عادل خان لاہور

امام فخر الدین رازیؒ اور اُن کی تصانیف

نام نسب ہرات کے شیخ الاسلام رازی کا نام محمد کنیت ابو عبداللہ یا ابوالفضل اور لقب فخر الدین ہے۔ سلسلہ نسب یہ ہے محمد ابن عمر بن حسین بن علی التیمی البکری الشافعی ہے۔ صاحب وفیات الاعیان اور الاعلام میں زرکلی نے نسب نامہ اس طرح دیا ہے۔ محمد بن عمر بن الحسن بن الحسین بن علی التیمی البکری الطبرستانی الرازی۔

رازی کے والد اپنے عہد کے مشہور واعظ، متکلم، صوفی، محدث، ادیب اور انشاء پرداز تھے۔ علم کلام میں ابوالکلام انصاری کے شاگرد تھے اور فقہ میں ابومحمد الحسین بن مسعود فراء بغوی سے شرف تلمذ حاصل تھا۔

علم کلام میں "غایۃ المرام" نام کی دو جلدوں میں ایک نہایت تحقیقی کتاب لکھی جس کے بارے میں سبکی اپنی کتاب طبقات میں رقم طراز ہے:-

"وھو انفس کتب اھل السنۃ و اشدھا تحقیقاً۔"

علاوہ ازیں اصول و وعظ میں بھی انہوں نے کئی کتابیں لکھیں۔ مشغلہ درس و تدریس تھا۔ وعظ بھی کہتے تھے۔ آپ کا وعظ فصاحت و بلاغت اور تاثیر سے پر ہوتا تھا۔ جس کی وجہ سے عوام میں خطیب الری مشہور ہو گئے تھے۔ اور اسی نسبت سے رازی کو ابن الخطیب بھی کہا جاتا ہے۔

ولادت رازی اسی علمی گھرانے اور علمی ماحول میں ۲۵ رمضان ۵۴۴ھ کو رے میں پیدا ہوئے۔

ع۱:- طبقات الاطباء میں رازی کی کنیت ابو عبداللہ اور تاریخ الحکماء میں ابوالفضل ہے۔ اکثر مورخین قال ابو عبداللہ الرازی ہی لکھتے ہیں

اساتذہ و تعلیم | رازی کے اول استاذ ان کے والد بزرگوار عمر ضیاء الدین تھے۔ رازی نے ان سے علم کلام اور فقہ کی ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ والد کی وفات کے بعد ایک عرصہ تک کمال سمعانی سے فقہ پڑھتے رہے۔ ایک اور فقیہ سے بھی فقہ پڑھنے کا تذکرہ قاضی محی الدین قاضی مرمذ نے کیا ہے۔ تحصیل فقہ کے بعد علم حکمت کی طرف توجہ کی اور اس کے لئے مدتوں رہے ہیں مجد جیلی کے سامنے زانوئے ادب تہ کیا۔ جب مجد جیلی مراغہ میں درس تدریس کیلئے گئے تو رازی بھی ہمراہ تھا۔ مراغہ میں طویل عرصہ تک مجد جیلی سے علم کلام اور علم حکمت کی تحصیل کرتے رہے۔ ان علوم کے علاوہ عربی و فارسی ادب میں بھی کامل دسترس حاصل ہوگئی۔ رازی متوسط درجے کے عربی شاعر بھی شمار کئے جاتے ہیں۔

سفر | رازی نے اپنی زندگی میں بہت سے ملکوں کا سفر کیا۔ تنگدستی اور مفلسی کی وجہ سے سیر و سیاحت کے دوران انہیں سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ تاہم سفر کا سلسلہ جاری رہا۔

ایک سفر کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں۔ " میں سرخس سے گذرا تو وہاں کے مشہور طبیب ثقۃ الدین شرف الاسلام عبدالرحمٰن بن عبدالکریم سرخی کے ہاں قیام کیا۔ شرف الاسلام عبدالرحمٰن نے میری بڑی خاطر مدارت کی۔ جس کے شکریہ میں میں نے "قانون شیخ" کی مشکل الفاظ کی تشریح کی اور اسے ان کے نام سے معنون کیا۔ رازی اس کتاب کے مقدمے میں عبدالرحمٰن بن عبدالکریم کی بڑی تعریف کرتا ہے۔ لکھتا ہے کہ:

اس علم و فضل اور جاہ و مرتبت کے باوجود انہوں نے مجھ غریب الوطن پر بہت احسانات کئے۔ زمانہ قیام اور زمانہ سفر میں میری فارغ البالی اور اصلاحِ حال سے ان کا قلبی تعلق رہا میں نے یہ کتاب تین وجوہ سے ان کے نام معنون کی ہے۔ ایک تو یہ کہ ان سے زبانی گفتگو کے دوران ان مباحث علمی میں بہت سے دوسرے مباحث واضح ہوئے، دوسرا یہ کہ ان کے احسان کا کچھ حق ادا کر دوں، تیسرے یہ کہ مجھ کو اس علم میں اور بالخصوص اس کتاب کے ابواب و فصول میں ان پر کامل اعتماد پیدا ہوگیا تھا۔

رازی کے مسلسل سفر میں رہنے کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ اس عہد کے بلادِ اسلامیہ میں مختلف العقائد لوگوں کی کثرت ہوگئی تھی۔ نت نئے فرقے وجود میں آگئے

تھے ۔ ان میں اکثر وبیشتر مجادلہ اور مناظرہ کا میدانِ کارزار گرم رہتا ۔ یہ مناظرے ومجادلے اگرچہ علمی لحاظ سے مفید تھے ۔ لیکن اخلاقی لحاظ سے یہ ایک زہر تھا ۔ جو دلوں میں گھس کر نفاق ، عداوت اور تعصب پیدا کرتا تھا ۔ رازی ان مناظروں میں اکثر شریک ہوتا ۔ اور لوگ ان کے حق گوئی اور بے باکی کی وجہ سے ان کے جانی دشمن بن جاتے جس پر انہیں اس جگہ سے کوچ کرنا پڑتا تھا ۔ اسی دور کی ایک یادگار کتاب " مناظرات " کے نام سے چھپ چکی ہے ۔ ایک مناظرے کے متعلق لکھتے ہیں ۔

" مجھے شہر غزنہ جانے کا اتفاق ہوا ۔ شہر کا قاضی نہایت حاسد ، کم علم اور بہت زیادہ متصنع تھا ۔ میں اکثر اس کے حوالی وموالی کے ذریعے ستایا جاتا ۔ اس کے بعد مجھے بعض جلسوں میں جانے کا اتفاق ہوا ۔ جس میں غزنہ کا یہ قاضی عوام کے ایک جم غفیر کو لے کر آگیا ۔ اور ان کو حکم دیا کہ جب میں (رازی) گفتگو کروں تو وہ اس کی طرف سے شور وشغب کریں ع[1]

رازی نے ہند کا سفر بھی کیا ہے ۔ تفسیر کبیر سورۂ ھود میں لکھا ہے کہ میں ہندوستان کے شہروں میں گیا تو دیکھا کہ یہ کفار خدا کے وجود پر متفق ہیں ۔ اس سفر کی مزید تفصیل انہوں نے نہیں لکھی ۔

جاہ وحشم خوارزم اور ماوراء النہر کے سفر کے بعد رازی کی غربت و افلاس اور فلاکت وتنگدستی کا دور یکلخت ختم ہوگیا ۔ رہے ہیں دوبارہ آمد سے ہی ان کے عروج کا زمانہ شروع ہوگیا ۔

واقعہ یوں ہے کہ ایک طبیب نے مرتے وقت اپنے دونوں لڑکیوں کی شادی رازی کے دو صاحبزادوں سے کردی ۔ انتقال کے بعد اس کی تمام دولت آپ کو مل گئی ۔ اس دولت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے ۔ کہ ہر وقت پچاس غلام خدمت میں دست بستہ حکم کے منتظر کھڑے رہتے تھے ۔

۔ رازی کی سلاطین وقت کی نظر میں قدر منزلت :-

علماء ، صلحا ، امراء اور عوام کے ساتھ ساتھ سلاطین وقت نے بھی رازی کی

ع[1] :- مناظرات امام رازی مطبوعہ حیدرآباد دکن بھارت

بڑی عزت کی ۔ رازی کے عہد میں خراسان، غور، غزنہ اور خوارزم پر غوریوں اور خوارزم شاہی خاندان کی حکومت تھی ۔ اس حکومت کے سلاطین نے رازی کو اس کے علم و فضل کی وجہ سے بہت نوازا ۔ غوری خاندان کا سلطان غیاث الدین غوری نہایت ہی فیاض علم دوست اور خوش عقیدہ شخص تھا ۔ خراسان کی علمی، ثقافتی اور تمدنی ارتقا میں اس کا بہت ہاتھ ہے ۔ بہت سے مدرسے بنوائے ۔ خانقاہیں تعمیر کیں، جائدادیں وقف کر کے ان خانقاہوں اور مدرسوں کے خرچ کا انتظام کیا ۔ جب کسی شہر میں جاتا تو وہاں کے فقہا، علماء اور صلحا پر نہایت سخاوت کرتا ۔

غیاث الدین اور اس کے بھائی شہاب الدین غوری کے رازی سے گہرے اور مشفقانہ تعلقات تھے ۔ غیاث الدین غوری نے تو ہرات میں جامع مسجد کے قریب رازی کیلئے ایک مدرسہ بنوا دیا تھا ۔ جس میں مختلف شہروں سے طلبہ آکر تعلیم حاصل کرتے تھے ۔ رازی نے اس احسان کا حق " لطائف غیاثیہ " لکھ کر ادا کیا ۔

اولاد | مورخوں نے رازی کی اولاد کی صحیح تفصیل نہیں دی ۔ البتہ صاحب طبقات الاطباء نے لکھا ہے کہ رازی نے اپنے پیچھے دو لڑکے چھوڑے ۔ جن میں بڑا لڑکا ضیاءالدین عام علمی آدمی تھا ۔ چھوٹا لڑکا شمس الدین کے لقب سے مشہور ہوا جو ذہانت اور فطانت میں مایہ ناز تھا ۔ ایک اور لڑکا جس کا نام محمد تھا ۔ لیکن یہ لڑکا رازی کی زندگی ہی میں فوت ہوگیا تھا ۔

رازی کو اس کی وفات کا حد سے زیادہ صدمہ تھا ۔ اپنی تفسیر میں جا بجا اس غم کا اظہار کیا ہے ۔ چنانچہ سورۂ یونس کے خاتمے پر لکھتے ہیں ۔ " میں نے یہ سورۃ ماہِ رجب بروز ہفتہ ۶۰۰ھ میں ختم کی اور میں فرزند صالح محمد کی وفات پر نہایت غمگین اور تنگ دل تھا ۔ "

اخلاق و عادات | رازی کو دینی اور دنیوی دونوں قسم کی برکتیں حاصل تھیں ۔ صاحب طبقات الشافعیہ نے انہیں اہل تصوف میں شمار کیا ہے ۔ شذرات الذہب میں ہے کہ رازی نے مرنے کے بعد بہت بڑا ترکہ چھوڑا ۔ جس میں اسی ہزار اشرفیاں تھیں ۔

بعض مورخین نے ان پر ہوس ہونے کا الزام لگایا ہے ۔ یہ الزام غلط ہو یا کہ صحیح اس سے ہمیں بحث نہیں ۔ ہاں یہ ضرور کہا جاسکتا ہے کہ رازی دولت و جاہ کا دلدادہ تھا ۔

وفات | رازی نے ۶۰۶ھ کو دوشنبہ کے دن ۶۳ سال کی عمر میں ہرات میں وفات پائی ۔

ٹنڈر نوٹس

محکمہ انہار گورنمنٹ کے منظور شدہ ٹھیکیداروں سے مندرجہ ذیل کاموں کیلئے 20 ستمبر 1976ء تک آئیٹم ریٹ / شیڈول ریٹ پر سربمہر ٹنڈر مطلوب ہیں

نمبر شمار	کام کی نوعیت	تخمینہ	زر بیعانہ	مدت تکمیل
۱	کنسٹرکشن کنال روڈ 23000RD تا 44000 ورسک گریوٹی کنال	746000	14920	چھ (6) ماہ
۲	بلیک ٹاپنگ کنال روڈ 95000 RD تا 86000 ورسک گریوٹی کنال	784000	15680	چھ ماہ (6)

۱۔ ٹنڈرہ 20 ستمبر سے ایک روز قبل 12 بجے دن تک موصول ہونگے اور اسی دن ٹھیکیداروں یا ان کے مجاز نمائندوں کی موجودگی میں کھولے جائیں گے۔

۲۔ زر بیعانہ کی رقم مہتمم صاحب ورسک کنال ڈویژن پشاور کے نام کال ڈیپازٹ کی صورت میں جمع کرانی ہوگی۔

۳۔ سادہ ٹنڈر فارم پانچ روپے کی نقد ادائیگی پر (جو ناقابل واپسی ہوں گے) زیر دستخطی کے دفتر سے حاصل کئے جائیں گے۔

۴۔ ٹنڈر دہندگان کو سالانہ رجسٹریشن کی رسید دفتر میں بھیجنی چاہیئے۔

۵۔ زیر دستخطی اپنا یہ حق محفوظ رکھتا ہے۔ کہ وہ کوئی وجہ بتائے بغیر کوئی بھی ٹنڈر منظور یا مسترد کردے۔

۶۔ دیگر تفصیلات زیر دستخطی کے دفتر میں کسی بھی کام کے دن صبح ساڑھے سات بجے سے دن کے ڈیڑھ بجے تک علاوہ اتوار یا دوسری تعطیل کے دیکھے جاسکتے ہیں۔

نور بادشاہ آفریدی مہتمم ورسک کنال ڈویژن پشاور

INF (P)-1186

جناب اختر راہی ایم اے

خدارا تاریخ مسخ نہ کیجئے

چند گذارشات

آزادی کی ان کہی کہانی | مؤلف: گل محمد فیضی ناشر: مکتبہ "الکرم" ڈھل شریف۔ براستہ بھلوال (سرگودھا) صفحات: ۲۵۶ طباعت: نیوز پرنٹ لیتھو۔ قیمت: ۶/۵۰ روپے۔

زیرِ نظر کتاب کا دیباچہ جمعیت علمائے پاکستان کے رہنما جناب ملک محمد اکبر خان ساقی نے لکھا ہے، وہ رقمطراز ہیں:

"یہ کتنے دکھ کی بات تھی کہ آج تک گذشتہ دو صدیوں کی تاریخ ہم مرتب نہ کر سکے جس کا نتیجہ انتہائی خوفناک نکلا حالانکہ اس دور میں ہمارے اکابرین و مشائخ نے وہ عظیم الشان کارہائے نمایاں سر انجام دیئے کہ جن کی نظیر ملنا مشکل ہے۔"

"ان نفوسِ قدسیہ کی تاریخ اور ان کے ملی و سیاسی کارنامے آج تک یکجا نہ ہو سکے۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اتنے طویل عرصہ کے بعد میرے مخلص دوست گل محمد فیضی صاحب نے اس امر کا احساس کیا اور جنگِ آزادی سے تحریکِ آزادی تک علمائے حق کے کارناموں کو یکجا کر دیا۔"

(ص ۱۰، ۱۱)

ساقی صاحب خوش ہیں کہ "۲۵۶" صفحات کی زیرِ نظر کتاب سے گذشتہ دو سو سال کی تاریخ مدوّن ہو گئی۔

مؤرخ کے لئے ضروری ہے کہ وہ غیر جانبداری اور دیانتداری کے جوہر سے متصف ہو، تاکہ وہ اختلافِ نظر کی بنیاد پر کسی فرد یا جماعت کے کارناموں کو کم نہ کرے اور جوشِ عقیدت میں رائی کو پہاڑ نہ بنا دے۔ اس نقطۂ نظر سے زیرِ تبصرہ کتاب تاریخ نہیں بلکہ الزام تراشی اور نثری تصیدے کے ضمن میں آتی ہے۔

"آزادی کی ان کہی کہانی" دو حصوں میں منقسم ہے۔ پہلے حصے میں سید احمد شہیدؒ کی تحریکِ جہاد و اصلاح اور ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بارے میں اظہار کیا گیا ہے۔ دوسرے حصہ میں ۱۸۵۷ء تا ۱۹۴۷ء علماء کی خدمات بیان کی گئی ہیں۔ اس تبصرہ میں پہلے حصہ پر گفتگو کی گئی ہے۔

سید احمد شہید کی تحریک جہاد و اصلاح کے بارے میں یہ تاثر دیا ہے کہ یہ تحریک انگریزوں کی حمایت میں تھی اور سکھوں کے خلاف اس سلسلہ میں مؤلف کے اہم ماخذ یہ ہیں :

۱۔ حیات طیبہ ۔ مرزا حیرت دہلوی۔

۲۔ حیات سید احمد شہید (سوانح عمری) ۔ مولانا محمد جعفر تھانیسری۔

۳۔ "مقالات سرسید" کے حواشی ۔ مرتبہ شیخ محمد اسماعیل پانی پتی۔

نتیجۂ مؤلف نے شیخ محمد اسماعیل پانی پتی کے الفاظ میں یہ اخذ کیا ہے۔

"ان ہم عصروں کے واضح بیانات کی موجودگی میں اب ۱۱۷ برس کے بعد یہ کہنا کہ نہیں حضرت شہید انگریزوں کے خلاف جہاد کا عزم بالجزم رکھتے تھے، ایک ایسا دعویٰ ہے جو اپنے ساتھ کوئی عقلی یا نقلی دلیل نہیں رکھتا۔" (ص: ۴۹)

گل محمد صاحب کے متذکرۃ الصدر ماخذوں پر ایک نظر ڈالنا ضروری ہے۔

۱۔ مرزا حیرت دہلوی کے بارے میں یہ بات واضح ہے کہ وہ شاہ صاحب کی تحریک کے بعض پہلوؤں سے ہمدردی رکھتے تھے، لیکن اس کے باوجود وہ انگریزی حکومت کے وفاداروں میں شامل تھے۔ مرزا حیرت دہلوی نے "تحریک مجاہدین" کو اس انداز میں پیش کیا جو انگریزی حکومت چاہتی تھی۔ مرزا صاحب، سرسید احمد خان کی تحریک تجدد کے اہم فرد تھے حدیث کا انکار کرتے اور اسلام کو "عقل" کے مطابق ثابت کرتے تھے۔

مرزا صاحب کو اہلحدیث یا دیوبندی مکتب فکر سے وابستہ کرنا غلط محض ہے۔

۲۔ "سوانح احمدی" تحریک مجاہدین کا بنیادی ماخذ ہے جسے مولانا محمد جعفر تھانیسری صاحب نے اسوقت ترتیب دیا جب انگریز بہادر کے ذہن پر مجاہدین آزادی کو نیست و نابود کرنے کا بھوت سوار تھا۔ "وہابی" کا لفظ باغی کے مترادف تھا۔ ان حالات میں تھانیسری مرحوم نے تحریکی واقعات بیان کرتے ہوئے ممکن لچک پیدا کی۔ من وعن مکاتیب کے نقل کرنے اور مواد کو بلاکم و کاست پیش کرنے میں دو امکان تھے۔

اولاً: سرے سے یہ سارا مواد ہی سی۔ آئی۔ ڈی کی نذر ہو جاتا۔

ثانیاً: اگر شائع ہو جاتا تو تحریک کے کارکنوں کے لئے مزید گرفت کا سبب بنتا۔

یہی اسباب ہیں کہ سوانح احمدی میں لچک موجود ہے۔ تھانیسری مرحوم سے غلطیوں کا صدور یقینی تھا بعض مکاتیب جو تحریک کی اصل روح تھے شائع ہی نہ ہو سکے۔ اور لٹریچر کا بڑا حصہ ان کے ہاتھ ہی نہیں آیا۔

۳۔ "مقالات سرسید"، معروف قادیانی اہل قلم نے ترتیب دئے تھے۔ پانی پتی صاحب اپنے عقیدہ و مسلک کے اعتبار سے اس بات کے پابند تھے کہ "قادیانیت" کی تائید کے لئے کوئی موقع ضائع نہ جانے دیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی صاحب نے انگریزی حکومت سے اپنی وفاداری کی داستان اکثر سنائی ہے۔ "تحفۂ قیصریہ" اور "ستارہ قیصر" وغیرہ اس پر شاہد ہیں۔ مرزائیوں کی یہ تکنیک رہی ہے کہ دوسرے لوگوں کو بھی اس انداز سے پیش کیا جائے کہ وہ حکومت برطانیہ کے دست و بازو محسوس ہوں تاکہ مرزا قادیانی کو "انگریز پرستی" کا طعنہ نہ دیا جا سکے۔

ماخذوں کا جائزہ لینے کے بعد اب سید احمد شہیدؒ کے اصل مکاتیب سے حقیقت حال معلوم کی جائے۔
حال ہی میں لاہور سے مکاتیب سید احمد شہید کا ایک مجموعہ شائع ہوا ہے۔ چند اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں۔

تحریک کا مقصد کیا تھا شاہزادہ کامران کے نام مکتوب میں لکھتے ہیں:

"مقصود از برپا کردن تمام این معرکہ پیرائی و عربدہ آرائی غیر از اعلائے کلمہ رب العالمین و احیاء سنت سید المرسلین و استیصال کفرہ متمردین و استخلاص بلاد مومنین از دست بغاۃ مفسدین چیزے دیگر مقصود نیست۔ علاوہ برین آنکہ این جانب از پردۂ غیب و مکمن لاریب باشارات فتح و ظفر معشر چنانچہ بکرات و مرات بکلام روحانی و الہام ربانی برین لطف رحمانی مطلع گردیدہ کہ ہرگز ہرگز شعبہ وسوسہ شیطانی بشائبہ ہوائے نفسانی بآن مخلوط نشدہ" (ورق ۱۹)

والیان کابل و بخارا کے نام لکھتے ہیں:

"حال حکومت و سلطنت این ممالک بر منوال گردیدہ کہ نصاریٰ نکوہیدہ خصال و مشرکین بدمآل بر اکثر بلاد ہندوستان از لب دریائے اباسین تا ساحل شور کہ تخمیناً شش ماہہ راہ باشد تسلط یافتند و دام تشکیک و تزویر بنا بر اخمال دین رب خبیر برتافتند و تمامی آن اقطار را بظلمات کفر گردانیدند و عزت و روسائی کبار را بانواع تکالیف رسانیدند و بر مساجد و معابد اہل اسلام دست تعدی رسانیدہ و در مقدمات قضا و عدالت قوانین شرع را برباد دادہ و آئین کفر را بنیاد نہادہ"
(ورق: ۲۵)

انگریزوں کے وجود نامسعود سے برصغیر کو پاک کرنا اپنا مذہبی فریضہ خیال کرتے تھے۔ دوست محمد والئ کابل کو لکھتے ہیں:

"بر جماہیر اسلام عموماً و مشاہیر حکام خصوصاً واجب موکد میگردد کہ سعی و کوشش در مقابلہ آنہا بجا آرند تا وقتیکہ بلاد مسلمین را از قبضہ ایشان بر آرند والا آثم و گنہگار میشوند"

"بنائً علیہ احوال نکبت مآل کفرہ فرنگ و تعدی مشرکین ہند بسمع مبارک رسانیدہ شدہ تا غیرت ایمانی کہ موروث از اسلاف کرام است بجوش آید و اساس اہل کفر و ضلال را از پا بر اندازد و جمعیۃ جنود ابلیس لعین را برہم زند و رونق بازار اہل کفر و شرک بشکند" (ورق: ۲۷)

"کفار فرنگ کہ بہ تسلط یافتہ اند نہایت نہایت تجربہ کار و ہوشیار اند حیلہ ساز و مکار"
(ورق: ۲۸)

"کفرہ ہند و فرنگ با مغل برآں (ہندوستان) مسلط کردیدہ پس استخلاص بلاد مذکورہ از

دست آنہا بہ ذمہ مجاہدین اہل اسلام عموماً و مشاہیر حکام خصوصاً واجب۔" (ورق: ۲۸)

ان اقتباسات سے یہ تو واضح ہوتا ہے کہ سید احمد شہیدؒ کی تحریک کا ہدف انگریز تھے مگر اُن کی حکمت عملی

(STRATGY) یہ تھی کہ پہلے سکھوں سے پنجاب اور سرحد کو آزاد کرایا جائے اور اس کے بعد بڑی طاقت

یعنی حکومت برطانیہ سے ٹکر لی جائے۔ مگر تحریک مجاہدین پہلے مرحلے میں ہی اپنوں کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے

ناکام ہوگئی۔

اس تبصرہ میں مجاہدین کی ان کوششوں کی تفصیل پیش کرنا ممکن نہیں۔ مؤلف فیضی نے مولانا محمد جعفر تھانیسری

کے حوالے پیش کئے ہیں۔ انہیں انبالہ کیس میں عمر قید بعبور دریائے شور سزا دی گئی تھی کیا مقدمہ انگریزی کچہری

میں پیش نہ ہوا تھا، اور سزا کسی رنجیت سنگھ نے دی تھی؟

بزرگوں ندیسہ کے کارناموں کو مؤلف نے "آزادی کی ان کہی کہانی" میں جھٹلانے کی کوشش کی ہے۔ اُن

کے بارے میں ایک منصف مزاج بزرگ جناب عبدالحامد بدایونی صاحب کا بیان پیش کرتا ہوں۔ بدایونی صاحب نے

منیر انکوائری کمیٹی کے سامنے شہادت دیتے ہوئے فرمایا:

"مجھے ان بزرگوں کے عقائد سے اختلاف ہے، لیکن ان کی مجاہدانہ مساعی کی کرتا ہوں۔"

فیضی صاحب نے یہ لکھا ہے کہ "اس وقت جبکہ مسلمان انگریزی حکومت کے خلاف جہاد کے لئے بے قرار

تھے۔ علماء کا ایک طبقہ انگریزوں کی حمایت میں سرگرم عمل ہوگیا۔ اس طبقہ کی راہنمائی سید احمد بریلوی اور شاہ

اسماعیل دہلوی کر رہے تھے۔"

اسی طرح قادیانی پانی پتی صاحب کا حوالہ نقل کیا گیا ہے۔

"۔۔۔۔۔ کیونکہ اُس وقت بظاہر یہی نظر آرہا تھا کہ انگریزوں کی حکومت اب گئی

ایسے حالات میں مجاہدین سید احمد بڑی خوشی اور بڑی آسانی سے انگریزوں کے خلاف جنگ

میں شریک ہوجاتے۔" (ص: ۴۰)

"بظاہر یہی نظر آرہا تھا" کا قیاس حقیقت کے طور پر دیکھئے کہ ۱۸۳۱ء اور معاً بعد ایسٹ انڈیا کمپنی کی حدود

سلطنت میں کیا اضافہ ہوا؟

فیضی صاحب نے یہ غلط تاثر بھی دینے کی کوشش کی ہے کہ حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ نے نبی اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں نازیبا الفاظ استعمال کئے اور ان لوگوں نے نبیؐ کی محبت عوام کے دل سے ختم کرنے

کی کوشش کی۔ شاہ صاحب کے درج ذیل نعتیہ اشعار دیکھئے، حقیقت خود ہی واضح ہے:

خصوصاً کہ جو اکمل انسان ہے　　　وہ سارے صحیفوں کا عنوان ہے

وہ انسانِ اکمل نہ ہے سنتے ہو کون؟　　　ہوئے مفتخر جس سے یہ دونوں کون

نبی البرایا رسولِ کریم　　　نبوت کے دریا کا دُرِ یتیم

حبیبِ خدا سید المرسلین　　　شفیع الوریٰ ہادیٔ راہِ دین

محمد ہے نام اس کا احمد لقب　　　بیان ہو سکے منقبت اس کے کب

دل اس کا جو ہے مخزنِ سرِ غیب　　　مبرا خطا سے ہے بشک و ریب

زبان اس کی ہے ترجمانِ قدم　　　ہوا باغِ دین جس سے رشکِ ارم

بظاہر ہے جو مقطعِ انبیاء　　　حقیقت میں ہے مطلعِ اصفیاء

۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بارے میں جناب فیضی کا نقطۂ نگاہ یہ ہے کہ اہلحدیث اور علمائے دیوبند انگریزوں کے حامی تھے اور مولانا فضل حق خیرآبادی، مفتی صدرالدین آزردہ اور امام بخش صہبائی جیسے بزرگ جنگِ آزادی کے مجاہد تھے۔

علمائے دیوبند کے بارے میں کیسے انکشاف ہوا کہ وہ انگریزوں کے حامی تھے؟ اس بارے میں مؤلف نے لکھا کہ "مولوی ذوالفقار علی انگریزی حکومت میں سکول انسپکٹر تھے"۔

حیرت ہے کہ صہبائی و آزردہ اگر انگریزی حکومت کی ملازمت کرتے ہوں تو کوئی بات نہیں اور اگر مولوی ذوالفقار علی نے ملازمت اختیار کی تو "ناقابلِ معافی" جرم کے مرتکب ہوئے۔ سچ ہے۔ ع

تیری زلف میں آئی تو حسن کہلائی

وہ سیاہی جو مرے نامۂ اعمال میں تھی

اس سے قطع نظر کہ ۱۸۵۷ء میں کون کیا تھا؟ فیضی صاحب نے اس جنگ کو بہت ہی غلط سمجھا ہے۔ اس تحریک کا حنفی، اہلحدیث، بریلوی، دیوبندی سے کوئی تعلق نہیں، یہ ملک گیر ناراضگی تھی جو تمام لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوئی۔ ابتداءً اس میں ہندو بھی شریک تھے۔ رانی جھانسی نے جس جرأت سے حصہ لیا، ناقابلِ انکار ہے۔ ؟ کیا وہ بریلوی مسلک کی پیروکار تھی۔ اسے مکاتبِ فکر کی جنگ قرار دینا حماقت ہے اور تحریک کی توہین اور یہ تاریخ کی کوئی خدمت نہیں۔

فیضی صاحب اور ان کے ہمنواؤں سے درخواست ہے کہ براہِ کرم تاریخ مسخ نہ کیجئے۔

کتاب کے حصہ دوم پر کسی آئندہ نشست میں گفتگو کی جائے گی۔

▬ ▬

مولانا قاری فیوض الرحمٰن صاحب ایم اے

علمائے سرحد کی تصنیفی و علمی خدمات

حضرت علامہ سید شمس الحق افغانی آپ ۷ رمضان المبارک ۱۳۱۸ھ اور سکول ریکارڈ کے مطابق ۵ ستمبر ۱۹۰۱ء کو قصبہ ترنگ زئی تحصیل چارسدہ ضلع پشاور میں مولانا غلام حیدر صاحب کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم علاقہ کے علماء سے حاصل کی۔ پھر دار العلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء کو حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ سے دورہ حدیث پڑھ کر سند حاصل کی۔ فراغت کے بعد ایک عرصہ تک دار العلوم دیوبند میں شیخ التفسیر اور مختلف تعلیمی اداروں میں اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیں۔ ملک اور بیرونِ ملک آپ کے تلامذہ پھیلے ہوئے ہیں۔ آپ بین الاقوامی شہرت کے مالک ہیں، آخر میں جامع اسلامیہ بہاولپور میں شیخ التفسیر کے عہدہ پر فائز رہ کر ۲۴ جون ۱۹۷۳ء کو سبکدوش ہوئے اور اب گھر پر ہیں۔

آپ صاحبِ نسبت بزرگ اور تین سلسلوں میں مجازِ بیعت ہیں۔ ۱۱ سال تک قلات کے وزیر معارف رہ چکے ہیں۔ عمر درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں گزری ہے۔

تصانیف:- (۱) معین القضاۃ والمفتین —— عربی مطبوعہ

(۲) شرعی ضابطہ دیوانی —— اس میں اسلامی فقہ کے تمام دیوانی قوانین دفعات کی صورت میں جمع کئے گئے ہیں۔

(۳) علوم القرآن —— داخلِ نصاب ایم اے اسلامیات پشاور یونیورسٹی

(۴) ترقی اور اسلام —— (۵) سوشلزم اور اسلام —— جامعہ اسلامیہ بہاولپور نے شائع کی ہیں۔

(۶) سرمایہ دارانہ اور اشتراکی نظام کا موازنہ اسلام سے —— ناشر مولانا احمد عبد الرحمٰن صدیقی نوشہروی۔

(۷) اسلام عالمگیر مذہب ہے —— مجلس تحفظِ ختم نبوت احمد پور شرقیہ نے شائع کی ہے۔

(۸) اسلام دینِ فطرت ہے —— " " "

(۹) عالمی مشکلات اور اس کا قرآنی حل —— ناشر، جامعہ اسلامیہ بہاولپور

(۱۰) عربی مدارس کا معاشرہ پر اثر " " "

(۱۱) معدن السرور فی نتوی بہاولپور
(۱۲) متنازعہ مسائل کا تحقیقی حل
} مولوی معدن، چارسدہ ضلع پشاور نے شائع کی ہیں۔

(۱۳) آئینہ آریہ ـــــ مطبوعہ ۱۹۳۵ء لاہور

(۱۴) تصوف اور تعمیر کردار ـــــ محکمہ اوقاف مغربی پاکستان لاہور

(۱۵) اسلامی جہاد

(۱۶) کمیونزم اور اسلام ۔ اردو (اس کا بنگالی ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے)

ان کے علاوہ احکام القرآن، مفردات القرآن، مشکلات القرآن، حقیقتِ زمان و مکان اور تنقیح الشذی علی جامع الترمذی کے مسودے غیر مطبوعہ ہیں۔

مولانا سرفراز خان صفدر صاحب
شیخ الحدیث نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ

آپ ۱۹۱۴ء کو جناب نور احمد خان صاحب کے گھر "ڈھکی چیڑاں" داخلی کڑمنگ بالا علاقہ کوزشش، تحصیل مانسہرہ ضلع ہزارہ میں پیدا ہوئے۔ قومیت کے لحاظ سے سواتی پٹھان ہیں۔ ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ کے علماء سے حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم کی تکمیل دارالعلوم دیوبند میں کی۔ ۱۳۶۱ھ / ۱۹۴۱ء کو شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ سے دورۂ حدیث پڑھا۔ فراغت کے بعد گکھڑ، گوجرانوالہ کی جامع کے خطیب مقرر ہوئے اور یہیں تدریس کا آغاز کیا۔ آج کل دارالعلوم۔ نصرت العلوم میں شیخ الحدیث اور جامع گکھڑ کے خطیب ہیں۔

تصانیف:۔ آپ جہاں ایک مضبوط مدرس عالم ہیں وہاں ایک بلند پایہ مصنف بھی ہیں۔ آپ کی چند تصانیف درج ذیل ہیں ـــــ

(۱) احسن الکلام حصہ اول و دوم (۲) راہِ سنت (۳) علمِ غیب (۴) صرف ایک اسلام (۵) چراغ کی روشنی (۶) گلدستۂ توحید (۷) راہِ ہدایت (۸) آنکھوں کی ٹھنڈک (۹) مسئلہ قربانی (۱۰) آئینہ محمدی (۱۱) مقام حضرت امام ابوحنیفہؒ (۱۲) بابِ جنت (۱۳) دل کا سرور (۱۴) تبلیغِ اسلام (۱۵) انکار حدیث کے نتائج (۱۶) عیسائیت کا پس منظر (۱۷) طائفہ منصورہ (۱۸) تنقیدِ متین (۱۹) بانی دارالعلوم دیوبند (۲۰) تحقیق الدعا بعد نماز جنازہ (۲۱) چالیس دعائیں (۲۲) چہل مسئلہ حضرات بریلویہ (۲۳) مرزائی کا جنازہ اور مسلمان (۲۴) درود شریف پڑھنے کا شرعی طریقہ (۲۵) نماز مسنون مع اذکار و ادعیہ (۲۶) الکلام الحاوی علی الطحاوی (۲۷) شوقِ حدیث (۲۸) مسئلہ طلاقِ ثلاثہ (۲۹) مسئلہ حیات النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم (۳۰) عباراتِ اکابر (۳۱) حکم الذکر الجہر ـــــ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

جناب مولانا مفتی محمد محمود صاحب
"شیخ الحدیث قاسم العلوم ۔ ملتان"

آپ ۱۹۱۹ء کو موضع "عبدالخیل" علاقہ پنیالہ، ڈیرہ اسماعیل خان میں جناب مولانا محمد صدیق صاحب نقشبندی کے گھر پیدا ہوئے۔ پنیالہ ہائی سکول میں میٹرک تک تعلیم حاصل کی۔ ساتھ ہی اپنے والد صاحب سے استفادہ کرتے رہے۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے ہندوستان کا سفر کیا۔ وہاں مراد آباد، دہلی اور دیوبند کے دارالعلوموں میں پڑھنے کے بعد ۱۳۶۰ھ / ۱۹۴۱ء میں دارالعلوم دیوبند سے سندِ فراغت حاصل کی۔

فراغت کے بعد وطن واپس آئے اور اپنے گاؤں میں ۴ سال تک تدریس کی، پھر "عیسیٰ خیل" ضلع میانوالی میں ۳ سال

تک سند تدریس کی۔

۱۳۷۰ھ میں قاسم العلوم ملتان میں مدرس ہو کر گئے جہاں رفتہ رفتہ صدر مدرس اور شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے۔ اس ۲۲ سالہ عرصۂ تدریس میں افتاء کی ذمہ داری بھی آپ کے سپرد رہی۔ اس عرصہ میں ۲۲ ہزار شرعی فتوے آپ کے قلم سے نکلے جن کا مکمل ریکارڈ موجود ہے جو آپ کی اعلیٰ فقہی مہارت کا واضح ثبوت ہے۔

پہلے جمعیت علماء ہند کی مرکزی کونسل کے ممبر بنے۔ قیام پاکستان کے بعد جب جمعیت علماء اسلام کی داغ بیل ڈالی گئی تو اس میں شریک ہو گئے اور پھر اس کے جنرل سیکرٹری منتخب ہوئے۔ فروری ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں نمایاں حصہ لینے پر ایک سال ملتان جیل میں قید رہے۔

قومی اسمبلی میں:۔ ۱۹۶۲ء میں ایوبی آئین کے تحت بنیادی جمہوریتوں کے ذریعہ جب پہلے انتخابات ہوئے تو آپ نے ان میں انفرادی حیثیت سے حصہ لیا اور اپنے تمام مخالف امیدواروں کی ضمانتیں ضبط کراتے ہوئے نمایاں کامیابی حاصل کی۔ اور "حزبِ مخالف" کا کردار ادا کیا۔ ۱۹۶۵ء کے انتخابات میں آپ کو اس کی "سزا" ملی۔

۱۹۷۰ء کے انتخابات میں اسی حلقہ سے جناب ذوالفقار علی بھٹو کے مقابلہ میں دس ہزار سے زائد ووٹ حاصل کئے یکم مئی ۱۹۷۲ء کو صوبہ سرحد کے وزیرِ اعلیٰ کے عہدے پر فائز ہوئے اور چند ماہ کے بعد احتجاجاً مستعفی ہو گئے۔ اس عرصہ میں آپ نے کئی مثالی کام کیے۔

۱۹۷۵ء مدارس کی یونین "وفاق المدارس الاسلامیہ" کے آپ ناظمِ اعلیٰ ہیں۔

سلسلۂ نقشبندیہ میں اپنے والد صاحب سے خلافت ملی اور حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب خلیفۂ مجاز حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ نے چاروں سلسلوں میں آپ کو خلافت عطا فرمائی۔

آپ دس قرآنوں کے قاری ہیں کئی بار حج کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔

۱۹۷۴ء میں "مجلس عمل" کے نائب صدر منتخب ہوئے۔ اسی سال تحریک ختم نبوت میں مرزائیوں کو اقلیت قرار دلانے میں شاندار کردار ادا کیا۔ ہفت روزہ "خدام الدین" لاہور کے "رئیس التحریر" اور "ترجمانِ اسلام" کے سرپرست ہیں۔

قاہرہ (مصر) کی عالمی موتمر میں شریک ہوئے اور وہاں بصیرت آموز خطاب فرمایا ــــ کئی بار مشرقِ اوسط کا دورہ کر چکے ہیں۔

آپ کو عربی زبان پر عبور حاصل ہو چکا ہے۔ انگریزی زبان سے بھی ناواقف نہیں ہیں۔

۱۹۷۱ء کی پاک بھارت جنگ کے دوران لیبیا کے دورے پر ایک وفد کی قیادت کی اور وہاں پاکستانی موقف کی وضاحت کی۔ وہاں کے ٹیلیویژن سے آپ کی تقریر نشر کی گئی۔

آپ کے بارے میں دارالعلوم دیوبند کے مہتمم جناب قاری محمد طیب صاحب یوں لکھتے ہیں کہ:

"۵۱ ــ **حضرت مولانا مفتی محمد محمود صاحب مدظلہٗ ایم پی (پاکستان)**

آپ کی شخصیت علمی حلقوں میں بہت زیادہ معروف ہے، اس وقت پاکستان کی پارلیمنٹ کے ممبر ہیں۔ حق گوئی میں بے باک ہیں۔ فقہی اور حدیثی استعداد کے ساتھ عصری معلومات پر کافی عبور رکھتے ہیں، پارلیمنٹ میں آپ کی تقریریں شرعی اور

کے امتحانات اسی یونیورسٹی سے پاس کئے۔ ۱۹۴۹ء میں اسلامیہ کالج میں لیکچرر اور ۱۹۶۰ء میں شعبۂ اسلامیات کے صدر مقرر ہوئے، ۱۹۷۴ء میں سبکدوش ہوئے ہیں۔

تصانیف:- (۱) مضامین جمال الدین افغانی (۲) ارشادات جمال الدین افغانی، مطبوعہ ادارہ فروغ اردو لاہور (۳) محمد فرید ابو حدید کی کتاب "صلاح الدین ایوبی" کا اردو ترجمہ ۳۰۰ صفحات (۴) مولانا عبید اللہ سندھی کی ذاتی ڈائری مع تکملہ و تتمہ (۵) مجمع الآداب، مؤرخ عراق کمال الدین کے ایک حصہ کاف کو ایڈٹ کیا اور ترجمہ کیا، ۱۲۰۰ صفحات میں شائع ہوا۔ (۶) کتاب اسلامیات آپشنل انٹر (۷) کتاب اسلامیات میٹرک۔ اسی طرح چھٹی۔ ساتویں کی اسلامیات کی کتابیں لکھی ہیں۔ یہ سب مطبوعہ ہیں۔

مولانا فضل الرحمن ہزاروی

آپ ۱۹۱۰ء کو جناب سید میر صاحب کے گھر "شینگل"، علاقہ چغرزئی، ہزارہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی علاقہ کے علماء سے حاصل کی، اعلیٰ تعلیم کے لئے مدرسہ صدیقیہ دہلی میں داخلہ لیا۔ اور دورۂ حدیث کے امتحان میں دوسری پوزیشن حاصل کی۔

فراغت کے بعد آج تک تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اس وقت دار العلوم سرحد میں استاذ حدیث ہیں۔ سکول کوارٹرز پشاور کی جامع مسجد کے خطیب ہیں۔

حضرت مولانا عبد الغفور مہاجر مدنی رحمہ سے مجاز بھی ہیں۔

تصانیف:- (۱) صراطِ مستقیم، مطبوعہ (۲) حامی کا ترجمہ پشتو اشعار میں (غیر مطبوعہ)

مولانا عبد القدوس صاحب پشاوری
صدر شعبہ اسلامیات جامعہ پشاور (سابقاً)

آپ ۵ محرم ۱۳۳۳ھ / نومبر ۱۹۱۴ء کو جناب مولانا عبد الرب صاحب کے گھر "زیارت کاکا صاحب" تحصیل نوشہرہ، ضلع پشاور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم علاقہ کے علماء سے حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے دار العلوم دیوبند میں ۱۳۴۸ھ کو داخلہ لیا اور ۱۳۵۴ھ کو حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے دورۂ حدیث پڑھ کر سندِ فراغت حاصل کی۔

۱۹۳۸ء میں پنجاب یونیورسٹی سے "مولوی فاضل" کا امتحان اول آکر پاس کیا اور تفریقی تمغہ حاصل کیا۔ کچھ عرصہ جامعہ پنجاب میں "ریسرچ سکالر" کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ ۱۹۴۲ء میں منشی فاضل اور ۱۹۴۳ء میں ادیب فاضل

---

[1] تاریخ دار العلوم دیوبند۔ زیر عنوان "مشاہیر دار العلوم دیوبند" ص ۸۴، مطبوعہ جون ۱۹۷۵ء دیوبند (انڈیا)

باقی ص ۶۲ پر

ساختۂ پاکستان

یہ دو لفظ —
بی آئی ایم کی ترجمانی کرتے ہیں!

BIM

ساختۂ پاکستان — یہ دو لفظ بی آئی ایم کے مقاصد اور کامیابیوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔
بی آئی ایم ملک کو گراں درآمدات کے بوجھ سے بچانے کے لئے قومی پیداوار کو فروغ دے رہا ہے۔
بی آئی ایم قومی صنعتوں کو وسعت دے کر ملک کی معیشت کو مستحکم کر رہا ہے
بی آئی ایم خود کفالت اور قومی خوشحالی کے لئے کوشاں ہے۔
بی آئی ایم اُس ترقی کا آئینہ دار ہے جو وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کی قیادت میں عوامی حکومت نے کی ہے۔

STATE ENTERPRISE

قومی اسمبلی
میں
ملک وملت کے اہم مسائل
کی
ترجمانی

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کے سوالات
قرار دادیں اور تحریک التواء

غیر ملکی ماہرین

سوال ۹۸ ۲۴ جون ۷۶ء۔ کیا وزیر اقتصادی امور بیان فرمادیں گے کہ غیر ملکی ماہرینِ فن کی تعداد کیا ہے نیز انہیں جو ہر ماہ تنخواہ اور الاؤنس دیئے جا رہے ہیں۔

جواب :- از رانا محمد حنیف وزیر خزانہ :-
پاکستان میں کوئی ماہر (ماسوائے چینی ماہرین کے) کام نہیں کر رہا ہے، جبکی تنخواہ وبھتہ حکومتِ پاکستان ادا کرتی ہو۔ ایسے ماہرین کی تعداد ۲۰۱ ہے۔ جبکی خدمات وفاقی وزارتوں / شعبہ جات وصوبائی حکومتوں کی درخواست پر فنی امداد پروگرام کے تحت شعبہ اقتصادی امور نے حاصل کی ہیں۔ نیز وہ فی الحال پاکستان میں کام کر رہے ہیں۔
ملک وار / ایجنسی وار ۲۰۱ ماہرین کی تفصیلات مع چینی ماہرین کو ملنے والی شرحوں پر مشتمل گوشوارہ ایوان کی میز پر پیش ہے۔ تاہم اس میں ایسے پراجیکٹوں میں جن کو خصوصی پراجیکٹ امداد ملتی ہو۔ ملازم ماہرین شامل نہیں ہیں۔ یا وہ جن کو براہ راست ملازم رکھ لیا گیا ہے مع ان کے جن کو غیر ملکی اور پاکستانی ہر دو نجی فرموں نے ملازم رکھا ہوا ہے۔
(غیر ملکی ماہرین کا گوشوارہ منسلک ہے)

ب: چینی ماہرین :-
چینی ماہرین کے مصارف زندگی پاکستان میں ملازمت کے دوران حسب ذیل ماہانہ شرحوں سے پاکستان برداشت کرتا ہے۔
۱:- ہر ٹیم کے قائد چیف انجنیئر یا اس کے عہدے کے برابر عہدے کے شخص کے لئے ۵۰۰ روپے
۲ :- ہر انجنیئر یا اس کے عہدے کے برابر عہدے والے شخص کیلئے ۴۵۰ روپے۔

۳:۔ ہر ٹیکنیشن یا اسکے عہدے کے برابر عہدے والے شخص کیلئے ۴۰۰ روپے۔

۴:۔ ہر فنی کارکن کیلئے ۳۵۰ روپے۔

اگر اجناس کی قیمتوں میں کچھ اختلاف واقع ہو جائے تو ہر دو فریق کے مشورے سے مصارف زندگی / کی مذکورہ بالا شرحوں کو اس کے مطابق منضبط کیا جا سکتا ہے۔

فلموں کی درآمد/برآمد اور زرمبادلہ

سوال ۹۹:۔ کیا وزیر تعلیم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) جنوری ۱۹۷۳ء سے اب تک غیر ملکی فلموں کی درآمد پر حکومت نے کتنا زرمبادلہ خرچ کیا ہے۔ نیز

(ب) مندرجہ بالا عرصے کے دوران حکومت نے بیرون ملک پاکستانی فلموں کی برآمد و نمائش سے کتنا زرمبادلہ کمایا؟

جواب:۔ کا جواب ۲۸ جون ۷۶ء پر منتقل کر دیا گیا ہے۔

ثقافتی طائفوں کی آمدورفت اور اخراجات

۲۶ جون ۷۶ء

سوال ۱۰۴:۔ کیا وزیر تعلیم فرمائیں گے کہ:۔

(الف):۔ ۱۹۷۴ء سے اب تک بیرون ملک بھیجے جانے والے ثقافتی طائفوں کی تعداد کیا ہے؟

(ب):۔ مندرجہ بالا عرصہ کے دوران ان ثقافتی طائفوں پر کل کتنا زرمبادلہ خرچ کیا گیا ... اور

(ج):۔ مندرجہ بالا عرصہ کے دوران کتنے غیر ملکی ثقافتی طائفوں نے پاکستان کا دورہ کیا۔ نیز ان پر کتنا زرمبادلہ خرچ کیا گیا؟

جواب:۔ عبدالحفیظ پیرزادہ

الف:۔ جی نہیں (ب):۔ صفر

ج:۔ ۱۶،۶۹،۲۴۶،۱۳ روپے

جمعۃ المبارک کو فلموں کا آغاز

سوال ۵۲:۔ کیا وزیر تعلیم از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

الف:۔ آیا یہ امر واقعہ ہے کہ سینما گھروں میں جمعہ کے علاوہ کسی اور دن نئی فلمیں دکھانے کے بارے میں وفاقی حکومت نے صوبائی حکومتوں کو کئی بار مشورہ دیا ہے۔

ب:۔ اگر (الف) بالا کا جواب اثبات میں ہو تو وفاقی حکومت کے اس مشورے کا صوبائی حکومتوں نے نوٹس کیوں نہیں لیا۔ نیز

(ج):۔ آیا نئی فلموں کے جمعہ کے دن دکھانے کے موجودہ طریقہ کو ختم کرنے کیلئے حکومت کوئی متبادل اقدامات کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

جواب:۔ ۱۷ جون ۷۶ء از عبدالحفیظ پیرزادہ

الف:۔ وفاقی حکومت نے اس سلسلہ میں کوئی ہدایت جاری نہیں کی ہے۔

(ب):۔ سوال پیدا نہیں ہوتا۔

(ج):۔ جی نہیں

عربی زبان کی ترویج و فروغ

سوال ۵۳ :- کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم فرمائیں گے کہ :-

(الف) ۱۹۷۵-۷۶ء کے سال کے دوران عربی زبان کی تعلیم و ترقی کے لئے کتنی رقم مختص کی گئی ؟

(ب) اس کی ترقی کیلئے حکومت نے اگر کوئی نئے اقدامات کئے ہیں تو وہ کیا ہیں ؟

(ج) :- کیا حکومت نے جدید زبانوں کا ادارہ قائم کیا ہے ؟

(د) :- اگر (ج) بالا کا جواب اثبات میں ہو تو عربی زبان کی ترقی کیلئے متذکرہ ادارے نے کیا کیا کردار ادا کیا ہے ۔ نیز

(ہ) :- اس بارے میں حکومت اگر کوئی اقدامات کرنے کی تجویز رکھتی ہے ۔ تو وہ کیا ہیں ؟

جواب :- ۱۷ جون ۱۹۷۶ء از عبدالحفیظ پیرزادہ

(الف) ۱ :- پیپلز اوپن یونیورسٹی :- ۵،۴۷،۰۰۰ روپے
۲ :- سندھ 〃 :- ۸۵،۸۱۵ 〃
۳ :- کراچی 〃 :- ۹۴،۱۲۶ 〃
۴ :- پنجاب 〃 :- ۲،۳۷،۰۸۸ 〃
۵ :- بہاولپور 〃 :- ۵۰،۰۰۰ 〃
۶ :- پشاور 〃 :- ۲،۴۰،۰۰۰ 〃

(ب) پیپلز اوپن یونیورسٹی نے عربی اور اسلامی تعلیم کا ایک ادارہ قائم کیا ہے ۔ جو ذرائع ابلاغ کے ذریعے عربی کے ابتدائی کورس کی تعلیم کا اہتمام کرتا ہے ۔ اس کورس کے ذریعے عوام الناس کیلئے عربی زبان کی تعلیم و اصلاح کے مواقعہ مہیا کرنے کے علاوہ اساتذہ کے علم و مہارت کو بہتر بنانا بھی مقصود ہے ۔ اور اس طرح ملک بھر کے سکولوں اور کالجوں میں عربی کی تعلیم کو بہتر بنانے کے اثرات کئی گنا بڑھ جائیں گے ۔

(ج) :- جی ہاں ۔

(د) :- سرکاری اور نجی دونوں شعبوں کے مفاد میں انسٹی ٹیوٹ سہ وقتی کورس، ڈپلومہ اور شام کے خصوصی کورس کا اہتمام کرتا رہا ہے ۔

(ہ) :- پاکستان میں عربی تعلیم کے فروغ کے سعودی عرب کی حکومت اور پیپلز اوپن یونیورسٹی کے درمیان ایک معاہدے پر دستخط کئے جا رہے ہیں ۔

جدید زبانوں کے قومی ادارے میں شام کے کورس معطل کر دیئے گئے تھے ۔ لیکن اب اس سال ماہ ستمبر سے یہ دوبارہ شروع کئے جا رہے ہیں ۔

جدید زبانوں کے ادارے میں سال رواں کے آخر تک عربی میں ایم ۔ اے کورس کا اجراء ہو رہا ہے ۔ تحقیق کا کام ، پوسٹ ڈاکٹرل اور ڈاکٹرل کلاسیں شروع کی جا رہی ہیں ۔

بیرون ملک تعلیمی وظائف اور اسلامی تعلیم و تحقیق

سوال ۵۴:۔ کیا وزیر تعلیم ازراہِ کرم بیان فرمائینگے کہ:۔

(الف) :۔ ۱۹۷۵ء اور ۱۹۷۶ء کے دوران اعلیٰ تعلیم کیلئے وظائف پر کتنے طالب علم بیرون ممالک میں بھیجے گئے ہیں۔ نیز وظائف کی کل تعداد بتائی جائے کہ :۔

(ب) :۔ اسلامی تحقیق اور مطالعے کے لئے بیرون ممالک میں بھیجے جانے والے طالبعلموں کی تعداد اور نام اور ان ممالک کے نام جہاں انہیں بھیجا گیا ہے، کیا ہیں ؟

جواب :۔ ۷ جون ۷۶ء از جناب عبدالحفیظ پیرزادہ

(الف) :۔ سال ۷۵-۱۹۷۴ء اور ۷۶-۱۹۷۵ء کے دوران ۵۷۴ طالب علم وظائف پر بیرونی ممالک گئے ہیں۔ جبکہ وظائف کی کل تعداد ۶۲۰ ہے۔

(ب) :۔ ۸۶ طالب علم اسلامی تعلیم کیلئے بیرون ممالک گئے ہیں، ان کے نام اور ممالک کے نام حسب ذیل ہیں :۔

۔ (آگے گوشوارہ ہے) ۔

ریڈیو اور اسلامی تعلیم و تبلیغ

سوال ۸۴ :۔ کیا وزیر برائے اطلاعات و نشریات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :۔

ریڈیو پاکستان پر ہفتہ میں کل کتنے گھنٹوں کے پروگرام نشر کئے جاتے ہیں۔ اور ان میں سے اسلامی نظریہ اور تعلیم کی تبلیغ کیلئے کتنے گھنٹے صرف کئے جاتے ہیں ؟

جواب :۔ ۲۳ جون ۷۶ء جناب محمد حنیف خان

۱ :۔ اندرون ملک خبروں سمیت ہفتہ بھر کے پروگراموں کیلئے کل ۷۰۸ گھنٹے مقرر ہیں۔

۲ :۔ ہفتہ بھر میں دینی پروگراموں کیلئے ۱۱۰ گھنٹے مقرر ہیں :۔

اڑمڑ میانہ کے بجلی کا مسئلہ

سوال ۸۵ :۔ کیا وزیر ایندھن، بجلی و قدرتی وسائل بیان فرمائیں گے کہ :۔

الف :۔ آیا یہ امر واقعہ ہے کہ تحصیل نوشہرہ کے گاؤں اڑمڑ میانہ کے محلہ یوسف خیل اور سکول کی طرف کے علاقہ کو تا حال بجلی مہیا نہیں کی گئی ہے یا نہیں

ب :۔ کیا یہ امر واقعہ ہے کہ اب تک ۳۰ یا ۳۱ ٹیسٹ رپورٹیں پیش کی جا چکی ہیں۔ لیکن ان کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا ، اگر یہ صحیح ہے تو اِس محلہ میں کب تک بجلی مہیا کی جائیگی ؟

جواب :۔ ۲۳ جون ۷۶ء ۔ جناب یوسف خٹک وزیر ایندھن و قدرتی وسائل :۔

الف :۔ جی ہاں ۔

ب :۔ محلہ یوسف خیل کے مکینوں کی طرف سے واپڈا کو بجلی کے کنکشنوں کیلئے ۲۸ درخواستیں موصول ہوئی ہیں ۔ اِس علاقہ تک بجلی مہیا کرنے والی لائنوں کی توسیع کے بعد یہاں

واپڈا بجلی مہیا کرے گی۔ امید ہے کہ یہ کام ۷۷-۱۹۷۶ء کے دوران کر دیا جائیگا۔

تحصیل نوشہرہ۔ پہاڑی علاقوں کے معدنیات

سوال ۸۶:- کیا وزیر ایندھن بجلی و قدرتی وسائل بیان فرمائیں گے کہ :-

الف :- آیا تحصیل نوشہرہ کے پہاڑی علاقے (چراٹ تا اٹک) میں معدنی ذخائر مثلاً قیمتی پتھر سنگ مرمر۔ چپس اور سیمنٹ موجود ہے اگر یہ صحیح ہے تو حکومت نے ان ذخائر کا سروے کیا ہے۔ اور

ب :- اگر (الف) بالا کا جواب اثبات میں ہو تو اس کا کیا نتیجہ نکلا ہے؟

جواب :- ۲۳ رجون ۷۶ء :- جناب یوسف خٹک، وزیر ایندھن و قدرتی وسائل :-

الف :- تحصیل نوشہرہ کے پہاڑی علاقہ (چراٹ تا اٹک) نرم پتھر، ریتیلے پتھر اور چونے کے پتھر پر مشتمل ہے۔ چونے کے پتھر کو سیمنٹ بنانے کیلئے بطور خام مال استعمال کیا جا سکتا ہے۔ یہاں پر ملنے والا چٹانی مواد نرم ہونے کے باعث چپس کے طور پر استعمال کے قابل نہیں ہے۔ تحصیل نوشہرہ میں کسی جگہ تا حال کوئی قیمتی پتھر دریافت نہیں ہوا ہے۔ یہ بات پاکستان ارضیاتی سروے کی طرف سے لیئے گئے جائزے سے ثابت ہو چکی ہے۔

ب :- (الف) بالا کا جواب اثبات میں نہیں ہے۔

تحصیل نوشہرہ کی بجلی اور خراب ٹیوب ویل

سوال ۳۹ :- کیا وزیر ایندھن، بجلی و قدرتی وسائل بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) :- موجودہ سال کے دوران تحصیل نوشہرہ کے کن علاقوں کو برقانے کی تجویز ہے۔؟

(ب) :- مذکورہ سال کے دوران تحصیل نوشہرہ میں کتنے ٹیوب ویل لگانے یا لگائے جانے کی تجویز ہے۔ اور

(ج) :- کیا یہ امر واقعہ ہے کہ مندرجہ بالا تحصیل میں بہت سے ٹیوب ویل بڑے عرصے سے کام نہیں کر رہے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو اسکی وجوہات بتائی جائیں؟

جواب :- ۱۶ رجون ۷۶ء :- جناب محمد یوسف خٹک وزیر ایندھن، بجلی و قدرتی وسائل۔

الف :- موجودہ سال کے دوران تحصیل نوشہرہ کے مندرجہ ذیل علاقوں کے برقانے کی تجویز ہے شوکت آباد، اسلام آباد، غنی ملا۔ حاجی مظفر کلے اور شمروز کلے کے گاؤں پر مشتمل میر معری بانڈہ۔ ii شادی اور نامہ خیل (iii) حالیقی

(ب) :- موجودہ مالی سال کے دوران واپڈا نے تحصیل نوشہرہ میں اب تک ۲۱ ٹیوب ویل لگائے ہیں۔ جون ۱۹۷۶ء تک دو نئے ٹیوب ویل کھودے جانے کی توقع ہے۔

(ج)۔ تحصیل نوشہرہ میں واپڈا کی جانب سے لگائے جانے والا کوئی ٹیوب ویل خراب نہیں ہے۔

ٹیلی ویژن اور فحاشی

سوال ۲۰۰۔ کیا وزیر اطلاعات ونشریات بیان فرمائینگے کہ:

الف:۔ آیا یہ امر واقعہ ہے کہ ٹی۔ وی پر دکھائے جانے والی بہت سی غیر ملکی فلمیں فحش ہوتی ہیں۔

ب:۔ ہفتے میں علیحدہ علیحدہ کل کتنے گھنٹے پاکستانی وغیر ملکی فلموں کی نمائش کی جاتی ہے

ج:۔ فحش وغیر شائستہ پروگراموں کے ٹیلی کاسٹ روکنے کیلئے کیا اقدامات کئے گئے ہیں

جواب:۔ ۱۶ جون ۷۶ء:۔ جناب محمد حنیف خان

الف:۔ یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ ٹیلیویژن پر دکھائی جانے والی غیر ملکی فلمیں فحش ہوتی ہیں۔

ب:۔ ایک ہفتہ میں ہر سنٹر سے دس گھنٹے پچپن منٹ تک غیر ملکی فلموں کی نمائش کی جاتی ہے۔ پاکستان ٹیلی ویژن لاہور سنٹر کے ماسوا ہر سنٹر سے ایک ہفتہ کے دوران ایک گھنٹہ اور دس منٹ تک پاکستان دستاویزی فلموں کی نمائش کی جاتی ہے۔ البتہ لاہور سنٹر سے دو گھنٹے اور پچیس منٹ تک پاکستانی دستاویزی فلموں کی نمائش کی جاتی ہے۔

ج:۔ منصوبہ بندی اور تیاری کے مراحل میں اس بات کا خاص خیال رکھا جاتا ہے کہ پاکستان ٹیلی ویژن کے پروگرام فحش اور غیر شائستہ نہ ہوں۔

علاقہ خٹک اور سیمنٹ فیکٹری

سوال ۱۴۱:۔ کیا وزیر پیداوار بیان فرمائیں گے کہ:
کیا یہ امر واقعہ ہے کہ تحصیل نوشہرہ کے پہاڑی علاقوں میں ایک سیمنٹ فیکٹری لگانے کی تجویز ہے۔ اگر نہیں ہو۔ تو یہ منصوبہ اب کس مرحلہ میں ہے۔ اس کے کب تک مکمل ہونے کی امید ہے؟

جواب:۔ ۱۶ جون ۷۶ء:۔ جناب رفیع رضا وزیر پیداوار
سر دست پاکستان سٹیٹ سیمنٹ کارپوریشن نے ایسا کوئی منصوبہ نہیں بنایا۔

شراب کی درآمد برآمد اور زرمبادلہ

سوال ۱۶۲:۔ کیا وزیر تجارت ازراہ کرم بیان فرمائینگے کہ:
۷۶-۱۹۷۵ء کے دوران کتنی مالیت کی شراب درآمد کی گئی۔

جواب:۔ ۶ جولائی ۷۶ء:۔ میر افضل خان
مالی سال ۷۶-۱۹۷۵ء کے دوران شراب درآمد کرنے کیلئے ۱۵،۶۹ لاکھ روپے مالیت کے لائسنس دیئے گئے تھے

طبی کمیشن کی رپورٹ

سوال ۱۳۰:۔ کیا وزیر صحت مورخہ ۳ جولائی ۱۹۷۶ء کے نشاندار سوال نمبر ۱۸۲ کے جواب کے حوالہ سے بیان فرمائیں گے کہ آیا دیسی طبی کمیشن کی

سفارشات پر عمل کرنے کا فیصلہ ہو چکا ہے ۔ اگر یہ صحیح ہے تو اس کی تفصیلات بتائی جائیں

جواب :۔ ۱۲ جون ۷۶ء از میر تاج محمد خان جمالی

یہ رپورٹ ہنوز زیر غور ہے ۔

۷۔ روٹری اور لائنز کلب

سوال ۱۴ :۔ کیا وزیر داخلہ بیان فرمائیں گے کہ

الف :۔ ملک میں کتنے روٹری لائنز کلب چل رہے ہیں ؟

ب :۔ ایسے کلبوں کے اغراض مقاصد طریقہ ہائے کار اور رکنیت کی قیود و شرائط کیا ہیں ؟

ج :۔ کیا یہ امر واقعہ ہے کہ یہ کلب بھی فری میسن تحریک کی طرح قومی مفاد کیخلاف سرگرمیوں میں ملوث ہیں ۔ نیز

د ۔ اگر (ج) بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت کا ان کلبوں کی سرگرمیوں پر پابندی عائد کرنے کا ارادہ ہے

جواب :۔ ۱۲ جون ۷۶ء :۔ جناب عبدالقیوم خان وزیر داخلہ

الف :۔ پنجاب میں ۸ روٹری اور ۷ لائنز کلب ہیں اور بلوچستان میں ایک روٹری کلب ہے ۔ سندھ اور شمال مغربی سرحدی صوبہ سے معلومات کا انتظار ہے ۔ اور موصول ہوتے ہی یہ ایوان کی میز پر پیش کر دی جائیں گی ۔

ب :۔ یہ کلب غیر سیاسی تنظیمیں ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں / اور پیشے کے معیار کو بلند کرنا ہے ہر بالغ تعلیم یافتہ شہری مقامی مجلس عاملہ کی منظوری سے مقامی مقرر کردہ ماہانہ رکنیت فیس ادا کرنے کے بعد ان کلبوں کا رکن بن سکتا ہے ۔ عام طور پر ان کلبوں کی رکنیت حاصل کرنے کیلئے صرف باعزت اور امیر پاکستانی ہی دلچسپی لیتے ہیں ۔

ج :۔ جی نہیں

د :۔ جی نہیں

قادیانیوں کی رجسٹریشن

سوال ۱۵ :۔ کیا وزیر داخلہ نشاندار سوال نمبر ۵۹ مورخہ ۱۲ نومبر ۱۹۷۵ء کے جواب کے حوالے سے بیان فرمائیں گے ۔

الف :۔ آیا رجسٹریشن کے اعداد و شمار پر کاروائی مکمل ہو چکی ہے ۔ اگر یہ صحیح ہے تو کتنے احمدیوں نے مطلوبہ حلف نامے داخل کئے ہیں ؟

ب :۔ حکومت کی طرف سے ایسے احمدیوں کے بارے میں کیا انتظامات کئے جا رہے ہیں جنہوں نے حلف نامے داخل نہیں کئے ؟

جواب :۔ ۱۲ جون ۷۶ء جناب عبدالقیوم خان وزیر داخلہ ۔

الف :۔ جی نہیں ۔ رجسٹریشن کے اعداد و شمار کی بابت کاروائی ابھی شروع نہیں ہوئی ہے تاہم تقریباً ۸۰۰۰ احمدیوں نے مردم شماری و رجسٹریشن ادارے میں حلف نامے داخل کئے ہیں

ب :- آخری تاریخ کا ابھی اعلان نہیں ہوا ہے کیونکہ آبادی کو ابتدائی دائرہ کار میں لانے کا کام ابھی مکمل نہیں ہوا اور جب اسے ابتدائی دائرہ کار میں لانے کا کام مکمل ہوگا تو آخری تاریخ جس میں حلف نامے بھیجنے کی تاریخ شامل ہے کا اعلان کیا جائے گا - اور اس میں احمدی زمرہ بھی آجائے گا

نوشہرہ اکوڑہ خٹک ٹیلی فون ایکسچینج

سوال ۳۰ :- کیا وزیر مواصلات از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ

الف :- آیا یہ امر واقعہ ہے کہ اکوڑہ خٹک ٹیلیفون ایکسچینج کو نوشہرہ ایکسچینج کی سنگل

ب :- آیا یہ امر واقعہ ہے کہ متذکرہ لائن کے ذریعے گھنٹوں انتظار کے باوجود کال حاصل کرنا خاصہ مشکل ہے ۔

ج :- آیا یہ امر واقعہ ہے کہ نوشہرہ ایکسچینج کو بھی معقول ٹیلیفون لائنیں مہیا کی گئی ہیں نیز،

د :- آیا نوشہرہ کو دوسرے شہروں کے ساتھ ڈائرکٹ ڈائیلنگ کے نظام کے ذریعے ملانے کی تجویز ہے اگر ایسا ہے تو کب؟

جواب :- جناب ممتاز علی بھٹو وزیر مواصلات (۱۲ جون ۱۹۷۶ء)

الف :- جی ہاں ب ج د جی نہیں

علمائے سرحد

عصری معلومات کا بیش بہا ذخیرہ ہوتی ہیں ۔ افتاء (فتویٰ نویسی) آپ کا خاص منصب ہے اور آپ کے فتاویٰ ملک میں اعتماد و وقعت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ وطن صوبہ سرحد (مغربی پاکستان) ہے ۔ آپ اپنی گوناگوں علمی خصوصیات کی وجہ سے مصر کی عالمی مؤتمر میں بھی طلب کئے گئے اور وہاں آپ کا بلیغ خطاب وقعت کے ساتھ سنا گیا۔ آپ دارالعلوم کے ممتاز فضلاء اور پاکستان کے مشاہیر میں سے ہیں ۔" اھ

اولاد میں تین لڑکیاں اور تین لڑکے (مولوی فضل الرحمان، عطاء الرحمٰن اور لطف الرحمٰن) ہیں۔ مولوی فضل الرحمان دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں درس نظامی کی اونچی کتابیں پڑھ رہے ہیں ۔

▲ عزیز پبلیکیشنز میکلوڈ روڈ لاہور نے "اذان سحر" کے نام سے آپ کی پانچ تقریروں اور چار ملاقاتوں (انٹرویوز) کا مجموعہ ۱۹۷۰ء میں خوب صورتی کے ساتھ شائع کیا ہے ۔

▲ "اختر کاشمیری" کے قلم سے "اقوالِ محمود" کا ایک مجموعہ بھی عنقریب منظر عام پر آرہا ہے ۔

▲ آپ کا سوانحی تذکرہ راقم کے قلم سے ہفت روزہ "خدام الدین" لاہور ۲۰ اکتوبر ۱۹۶۷ء کو اور ہفت روزہ "قوم" پشاور میں ۲۱ فروری ۱۹۷۳ء کو مفصل شائع ہوا۔ یہ مضمون اسی کا خلاصہ ہے ۔

از حکیم امداد اللہ احمد زکی صاحب

مفتیٔ اعظم پاکستان

مولانا محمد شفیع مدظلہ

خلوص و محبت کے پیکر جہاں میں — رگِ دشمنِ دیں پہ نشتر جہاں میں
جو روشن کرد ے دل کو وہ منظر جہاں میں — ہر اہلِ بصیرت کے رہبر جہاں میں

چراغِ صداقت ، حصارِ شریعت
قرارِ دل و جاں ، عیارِ طریقت

ہر انسان کے دل میں گھر کرنے والے — محبت کی سب پر نظر کرنے والے
شقاوت کو زیر و زبر کرنے والے — اندھیروں کو نورِ سحر کرنے والے

غریبوں کے مونس ، تمنا کے ساحل
صداقت کی دنیا کا اک بدر کامل

بزرگوں کی عظمت کے ہیں قدرداں بھی — کبھی مشعلِ بزمِ امن و اماں بھی
خدا کے پرستار و شیریں بیاں بھی — سیاست کی دنیا کا اک آسماں بھی

بزرگوں کی آنکھوں کا روشن ستارا
کبھی ڈوبتوں کے لئے اک کنارا

وہ اشرف علی تھانویؒ کا دلارا — وہ محمودؒ و اصغرؒ کی آنکھوں کا تارا
وہ گنگوہؒ کی روشنی کا منارا — وہ شبیر احمدؒ کے دل کا سہارا

وہ مکی مہاجرؒ کی تنویر والا
وہ لیسینؒ کی امید ، جگ کا اجالا

وہ رحمت کا سایہ ہے فضلِ خدا ہے — وہ شمع منور ہے راہِ ہدا ہے
خلوص و محبت میں سب سے جدا ہے — جو گرویدہ کر لے وہ اسکی ادا ہے

ہزاروں کو اس نے رہِ حق دکھائی
یہیں طالبوں نے سکینت بھی پائی

کبھی حق کی رحمت کا دنیا میں منظر — کبھی دین کے بحر کا اک شناور
کبھی اہلِ دل کی نگاہوں کا محور — کبھی کاروانِ صداقت کا رہبر

جہاں میں کبھی نورِ روئے علیؓ ہیں
زمانہ میں پیدائشی اک ولی ہیں

جھلک رخ پہ اشرف علیؒ تھانوی کی — نگاہوں میں تنویر ہے زندگی کی
ضیاء دل میں ہے حق کی تابندگی کی — ہے شہرت زمانہ میں دریا دلی کی

ہیں مہرِ صداقت شریعت کے فتوے
مٹے اک اشارے سے دنیا کے فتنے

محبت سے بھرپور ساری ادائیں — غریبوں کے حق میں ہمیشہ دعائیں
بدل دیں جو تقدیر کو وہ صدائیں — نظر سے چمک اٹھیں ہر سو فضائیں

اجالا زمانے میں پھیلانے والے
تدبر کی دنیا پہ چھا جانے والے

حیا کا اک آئینہ اپنے وطن میں — بلندی کا اک زینہ اپنے وطن میں
وہ پُر نور اک سینہ اپنے وطن میں — نہ رہنے دیا کینہ اپنے وطن میں

وطن کے لئے جاں لٹا دینے والے
دلوں کو دلوں سے ملا دینے والے

بنے سالکوں کے دلوں کا سہارا — بنے دینِ احمدؐ کا روشن ستارا
بنے ڈوبتوں کا ہمیشہ کنارا — بنے باغِ اسلاف کا اک نظارا

ملی زندگی کو ثبات ان کے دم سے
کیا خوش زمانے کو چشمِ کرم سے

زباں پاک، روشن نظر، قلب طاہر — ہے جس طرح باطن اسی طرح ظاہر
علومِ شریعت میں انسانِ نادر — ادب کے جہاں میں بھی خوددار شاعر

چراغ آگہی کا جہاں میں جلایا
محدث ہر اہلِ نظر کو بنایا

بتاؤں میں کیا اب ذہانت کا عالم ... زمانہ میں ہیں آپ "مفتیٔ اعظم"
ہے ذکرِ رسولِ خدا لب پہ ہردم ... فرشتوں کی نظروں میں بھی ہیں مکرم

دیا درسِ انسانیت کا جہاں کو
کیا پیکرِ خلق، ہر بد زباں کو

ذکیؔ ان کے نعلین سر پہ اٹھائے ... تو، خاکِ کفِ پا کا سرمہ لگائے
یوں تقدیرِ خوابیدہ اپنی جگائے ... سفینہ عمل کا کر ان کے حوالے

وہ آسان کر دیں گے تیرے سفر کو
بنا دیں گے مامن رہِ پُر خطر کو

ملے اس کو بھی دولتِ عظمتِ دیں ... ملے اس کو بھی زینۂ قربتِ دیں
ملے اس کو بھی منزلِ شوکتِ دیں ... ملے اس کو بھی مرکزِ نعمتِ دیں

تعلق شریعت سے اس کا نہ کم ہو
کبھی اس ذکیؔ پر بھی چشمِ کرم ہو

---

۱ حضرت مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ۔ ۲ حضرت مولانا اصغر حسین رحمۃ اللہ علیہ۔
۳ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ۔ ۴ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ
۵ حضرت مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ ۶ حضرت مولانا محمد یٰسین رحمۃ اللہ علیہ (حضرت مفتی صاحب قبلہ کے والدِ محترم)

مؤتمر المصنفین کی پہلی پیشکش

دعواتِ حق جلد اوّل

قومی و ملی پریس کے تبصرے

سیارہ ڈائجسٹ جون ۱۹۷۶ء
ص ۱۰۱

دعواتِ حق حضرت مولانا عبدالحق مدظلہ کے ۷۵ مواعظ، خطباتِ جمعہ اور دیگر تقاریر کا مجموعہ ہے اور ان کے مواعظ و تقاریر کی پہلی جلد ہے۔ حضرت مولانا شیخ عبدالحق کا مقام دینی اور علمی حلقوں میں محتاجِ تعارف نہیں۔ "دعواتِ حق" میں انہوں نے ان تمام موضوعات پر اسلام کی روشنی میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے جو نہ صرف یہ کہ مذہب کی بنیادی سطح سے تعلق رکھتے ہیں بلکہ انسانی بہبود سے بھی جن کا گہرا واسطہ ہے ان کے مواعظ کے موضوعات میں بے حد تنوع ہے۔ جہاں اس مجموعہ میں حقیقتِ ایمان و عبادت، اللہ اور رسولؐ کی محبت، طاعاتِ خداوندی کا سرچشمہ، محبت اور اسبابِ حقیقت ایمان و عبادت اور دوسرے فرائض و اوامر و نواہی پر انہوں نے فکر انگیز خیالات پیش کئے ہیں، وہاں اسلام اور اجتماعیت، تجدید و حفاظتِ دین، اسلام میں عورتوں کے حقوق، کامیاب و بامراد زندگی ایسے موضوعات کو اپنے مواعظ میں پیش کیا۔ اور قومی و ملی المیوں سقوطِ بیت المقدس، سانحہ مسجدِ اقصےٰ، سقوطِ ڈھاکہ پر بھی انہوں نے فکر انگیز خیالات سے متاثر کیا ہے۔ وہ عصرِ حاضر کے تقاضوں اور سائنسی ایجادات و تسخیرِ کائنات کے مسئلے کو بھی بڑی وضاحت سے دین کی روشنی میں پیش کرتے ہیں۔ چاند تک انسان کی رسائی اور اسلام کے موضوع پر ان کے مواعظ بصیرت افروز ہیں۔

"دعواتِ حق" ایک بڑے عالم اور بڑے انسان کے خیالات و افکار کا مجموعہ ہے۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کے ان مواعظ کی اشاعت دینی کتب میں ایک اہم اضافے کی حیثیت رکھتی ہے۔ توقع کی جاتی ہے کہ اس کی دوسری جلد بھی جلد ہی شائع کی جائے گی۔

روزنامہ "مشرق" لاہور، پشاور
۱۶ اپریل ۱۹۷۶ء، ص ۵، اداریاتی صفحہ

"دعواتِ حق" مولانا عبدالحق مدظلہ صدر دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے مواعظ کا مجموعہ ہے جو وہ خطباتِ جمعہ کی صورت میں مختلف اوقات میں ارشاد فرماتے ہیں۔ ممتاز عالمِ دین، مبلغ اور معلم کی حیثیت سے ان کی ذات پاکستان میں ممتاز مقام کی حامل ہے۔ زیرِ نظر کتاب میں ان کی شخصیت ان تینوں زاویوں سے بھرپور انداز میں جلوہ گر نظر آتی ہے۔ انہوں نے زندگی کے روزمرہ مسائل کے بارے میں قرآن و سنت کے احکام بڑے دل نشین پیرائے میں بیان کئے ہیں۔ سلف صالحین کی حکایات اور واقعات کے حوالوں سے کتاب میں ایسی دلکشی پیدا ہو گئی

ہے کہ قاری وعظ و تبیین کی اس بس میں الابست سوس ہیں کرتا بلکہ شوق اور توجہ سے اخذ مطالب کرتا چلا جاتا ہے۔ عالموں، واعظوں، خطیبوں اور مبلغوں کے علاوہ عام آدمی بھی اس کتاب سے احکام دین کو عملی زندگی میں بروئے کار لانے میں مدد لے سکتا ہے۔ کتاب بارہ ابواب پر مشتمل ہے۔ جن میں ساٹھ اہم موضوعات کو پانچ سو سے زائد عنوانات کے تحت وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ کتابت عمدہ۔ طباعت نفیس اور جلد خوب صورت اور مضبوط ہے۔

ہفت روزہ "چٹان" لاہور

۷ رجولائی ۱۹۷۶ء

مولانا عبدالحق مدظلہٗ جید علماء کرام میں سے ہیں۔ برسہا برس سے دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں شیخ الحدیث ہیں، ۱۹۷۰ء کے عام انتخابات میں جمعیت علماء اسلام کے ٹکٹ پر قومی اسمبلی کے بھی رکن منتخب ہوئے۔ اس طرح انہیں بیک وقت دینی اور دنیوی امور میں خاصی دلچسپی ہے، اور وہ عوامی مسائل و مشکلات کو بخوبی سمجھتے ہیں۔ وہ گذشتہ طویل عرصہ سے دین اسلام کے فروغ کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں، انہوں نے لاتعداد دینی اجتماعات سے خطاب کیا ہے۔

زیر نظر کتاب "دعوات حق" دراصل ان کے خطبات کا مجموعہ ہے۔ مولانا سمیع الحق صاحب نے ان خطبات کو اس طرح مرتب کیا ہے کہ ہر موضوع پر حضرت شیخ الحدیث کے خیالات کھل کر سامنے آگئے ہیں۔ اور چونکہ وہ صرف قرآن و حدیث ہی کا ذکر کرتے ہیں۔ اس لئے اردو زبان میں مختلف دینی مسائل پر ایک نادر کتاب ہے جو قارئین کو سیدھا راستہ دکھاتی ہے، اس راستے پر چلنے کا جذبہ متحرک کرتی ہے اسلامی مسائل پر اگرچہ صدیوں سے بہت کچھ لکھا جاتا رہا ہے اور عصر حاضر میں بھی بہت سے علماء کرام نے بعض ماہل سے مضامین لکھے ہیں۔ لیکن مولانا عبدالحق کا انداز و اسلوب منفرد ویگانہ ہے۔ وہ عوام سے عوام کی زبان میں نہایت دلنشین انداز میں گفتگو کرتے ہیں۔ چونکہ انسان اپنی فطرت کے اعتبار سے نیکی پر مائل تخلیق ہوا ہے اس لئے ان کی باتیں دل میں ترازو ہوتی جاتی ہیں۔ اس کتاب کے مطالعہ کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ انسان کو مختلف امور کے بارے میں دینی مؤقف سمجھ میں آجاتا ہے۔ ان حقائق کے پیش نظر ہم قارئین سے استدعا کرتے ہیں کہ وہ اس قابل قدر کتاب کا مطالعہ ضرور کریں۔ (صوفیہ شورش)

ماہنامہ "البلاغ" کراچی

(جولائی ۱۹۷۶ء)

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مدظلہم ملک کی ان گنی چنی شخصیتوں میں سے ہیں جن سے اس دور میں علم دین کا بھرم قائم ہے زیر نظر کتاب انہی کے خطبات جمعہ کا مجموعہ ہے جسے ان کے لائق و فاضل صاحبزادے مولانا سمیع الحق صاحب مدیر ماہنامہ الحق نے بڑے سلیقے سے مرتب کیا ہے۔

حضرت مولانا موصوف کے خطبات جمعہ ماہنامہ "الحق" میں شائع ہوتے رہے ہیں، اور اس سے قبل دو مختصر مجموعے بھی شائع ہو چکے ہیں جن کا ذکر خیر البلاغ میں پہلے بھی آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موصوف کو دلوں پر اثر انداز ہونے کی خاص توفیق عطا فرمائی ہے۔ چنانچہ ان کے مواعظ و خطبات سے قلب میں سوز و گداز، ایمان میں پختگی، خدا کا خوف اور فکر آخرت پیدا ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ زندگی کے ہر شعبے سے متعلق دین کی تعلیمات و ہدایات اور ان کے اسرار و حکم ان خطبات میں ملتے ہیں۔ زیر نظر مجموعہ مولانا مدظلہم کے خطبات

کا جامع ترین مجموعہ ہے اور اس کی جامعیت کا اندازہ مندرجہ ذیل عنوانات سے لگایا جا سکتا ہے۔

پہلے باب کا عنوان ہے "آدابِ عبدیت (حقیقتِ ایمان و عبادات)" اس باب میں مندرجہ ذیل خطبات ہیں: اطاعتِ خداوندی کا سرچشمہ: محبت، اللہ اور رسول کی محبت، اللہ تعالیٰ کی محبوبیت و مالکیت اور عبادات کا باہمی ربط، حقیقتِ ایمان و عبادت، اسلام اور ہجرت کی حقیقت، زکوٰۃ اور عشر کا فلسفہ، صدقہ و مفاد پر زکوٰۃ، رمضان المبارک کی برکات اور حکمتیں، عید الفطر، انابت الی اللہ کا دن، حج کی اہمیت اور فضیلت، قربانی، سنتِ ابراہیمی، قربانی کی اہمیت اور ازالۂ شبہات، احساسِ گناہ کا فقدان، خاصیتِ اعمال

دوسرے باب کا عنوان "قرآن حکیم" ہے اور اس میں دو مبسوط خطبات ہیں، کائنات و آیات میں شانِ ربوبیت قرآن حکیم، ایک لافانی کتاب۔

تیسرا باب تذکارِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور اس میں مندرجہ ذیل مواعظ ہیں، حضور اقدس کائنات میں خدا کی سب سے بڑی نعمت، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت و صداقت، خاتم النبیین اور آپ کی امامت، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و محبت، فریضۂ نبوت، علوم نبوت، ختم نبوت، حیاتِ طیبہ اور دشمنانِ اسلام کی شرمناک جسارت۔

چوتھے باب میں درسِ بخاری کی تین افتتاحی اور اختتامی تقریریں شامل ہیں جو اہلِ علم اور عوام دونوں کے لئے بغایت مفید ہیں۔

پانچواں باب "محاسن و حقانیت و صداقتِ اسلام" کے زیر عنوان ہے جس میں تجدید و حفاظتِ دین، انسانیت کے لئے عزت و سرخروئی کا پیغام، اسلام اور اجتماعیت، اتحاد اور اخوتِ اسلامی کے موضوعات پر مفصل خطبات شامل ہیں۔

چھٹے باب میں آدابِ جہاں بانی کے زیرِ عنوان مسلمان حکمرانوں کے فرائض اور حکمرانی کے آداب وغیرہ کے موضوعات پر ۴ خطبے ہیں۔

ساتواں باب "حقوق العباد" ہے جس میں اکلِ حرام کا وبال، معاشی کامیابی کا راز، حقوق العباد کی اہمیت، اسلام میں عورتوں کے حقوق اور خدمتِ خلق کے موضوع پر گفتگو کی گئی ہے۔

آٹھویں باب میں "فلسفۂ عروج و زوال" سے متعلق چھ خطبے ہیں، جن میں سقوطِ بیت المقدس اور سقوطِ ڈھاکہ کے المیوں پر بھی بحث ہے۔

نواں باب "فریضۂ دعوت و تبلیغ" پر ہے۔ جو چار خطبوں پر مشتمل ہے۔

دسویں باب کا عنوان "آدابِ علم و عمل" ہے اور اس میں علماء و طلباء سے دردمندانہ خطاب ہے۔

گیارہویں باب میں دینی مدارس کے لئے اصلاحی تجاویز پیش کی گئی ہیں۔

بارہواں باب "حوادث و نوازل" کے عنوان سے متفرق واقعات پر تبصرے ہیں۔ جن میں تسخیرِ قمر اور دینی مدارس کو سرکاری تحویل میں لینے کے مسائل پر گفتگو کی گئی ہے۔

ان خطبات میں اسلام کی تعلیمات و ہدایات کو دل نشین انداز میں پیش کرنے کے علاوہ تاریخ اسلام کے چیدہ واقعات، لطائف و ظرائف اور زمانۂ حاضر کے بہت سے مسائل پر بڑے بصیرت افروز اور جاندار تبصرے بھی موجود ہیں۔ ہماری رائے میں یہ کتاب تمام مسلمانوں کے لئے مفید ہے، اور ائمہ و خطباء کے لئے بھی بہترین رہنما کتاب کی حیثیت رکھتی ہے۔

(مولانا محمد تقی عثمانی)

ہفت روزہ "خدام الدین" لاہور

(۱۴ رمئی ۱۹۷۶ء)

جمعیت علماء اسلام کے رہنما اور قومی اسمبلی کے ممبر حضرت مولانا عبدالحق مدظلہ بانی و مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ان علماء ربانی میں سے ہیں جن کے نقوش پا قوموں کے لئے مشعل راہ ہوا کرتے ہیں۔ مادر علمی دارالعلوم دیوبند کے اس عظیم فرزند نے امام المجاہدین سید احمد شہید قدس سرہ کی عظیم چھاؤنی اکوڑہ خٹک میں دارالعلوم قائم کر کے ایک بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ یہ دارالعلوم نہ صرف صوبہ سرحد بلکہ پاکستان کا مثالی دارالعلوم ہی نہیں بلکہ پاکستان میں دیوبند کا نقش ثانی ہے۔ اس دارالعلوم سے جو فیض پھیلا اس کا ایک زمانہ معترف ہے۔

موصوف مدرسہ کے ساتھ ساتھ قصبہ کی مسجد میں جمعہ اور دوسرے اہم مواقع پر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے ہیں۔ جو علم و روحانیت اور قدیم و جدید معلومات کا ایک خزانہ ہوتا ہے۔ موصوف کے خلف الرشید مولانا سمیع الحق مدرس دارالعلوم و ایڈیٹر الحق پوری قوم کے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے نوادر علمی کے ضبط و ترتیب کا فریضہ سرانجام دے کر ملت کے ہاتھوں اتنا بڑا خزانہ دے دیا ہے کہ باید و شاید؟

اس پونے سات سو صفحہ کی کتاب میں آپ کو عقائد و اعمال، اخلاق و کردار، آداب جہانبانی و حکمرانی، سیاست و حکومت، تجارت و زراعت۔ الغرض مختلف عنوانات پر اتنا کچھ ملے گا کہ آپ کئی ضخیم کتابوں سے بے نیاز ہو جائیں گے۔

ہماری خواہش ہے کہ یہ کتاب ہر لائبریری اور ہر گھر میں ہو۔ اللہ تبارک و تعالیٰ صاحب خطبات کو ہماری رہنمائی کے لئے صحت و سلامتی کے ساتھ رکھے اور مرتب کو بہترین اجر عطا فرمائے۔ یہ خزینہ علمی خوب صورت کتابت و طباعت اور سنہری ڈائی دار جلد میں موتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور سے تیس روپے میں مل سکتا ہے۔ (محمد سعید الرحمٰن علوی، ایڈیٹر)

ماہنامہ "قومی زبان" کراچی

(جون ۱۹۷۶ء)

قرآن حکیم عالم انسانیت کی دائمی اور ابدی ہدایت کے لئے کافی ہے لیکن اس امر کی ہمیشہ اور ہر دور میں اور عربی زبان سے واقفوں اور ناواقفوں سب کے لئے ضرورت محسوس کی گئی ہے کہ لوگوں کی تعلیم و تربیت کے لئے حالات و زمانے کے مطابق زبان و بیان اور اسالیب میں اور مخاطبین کی نفسیات اور ان کے رجحانات و طبائع کی رعایت و لحاظ کے ساتھ قرآنی و اسلامی تعلیمات و افکار کو پیش کیا جائے انسانی ہدایت کی ضرورت ہمیشہ باقی رہتی ہے لیکن اسلوب و استدلال کی ضرورت رجحانات طبائع اور حالات زمانہ کے مطابق ہوتی ہے۔ ایک اسلوب اور ایک استدلال ہر شخص کے لئے اور ہر حالت میں یکساں مفید نہیں ہوتا۔ اس لئے مسلمان مفکرین، مصلحین اور علمائے کرام نے مسلمانوں کی اصلاح اور تعلیم و تربیت کی ضرورت کو تو ہر دور میں یکساں طور پر محسوس کیا اور اس کے لئے ساعی رہے۔ لیکن ان کی زبان، اسلوب، استدلال اور طریق اصلاح و تربیت میں مختلف حالات و ادوار میں بڑا فرق نظر آتا ہے۔

"دعوات حق"، جو شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کی تقاریر کا مجموعہ ہے اس

مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا موصوف حالات اور وقت کے تقاضوں کے صحیح اندازہ شناس اور مسلمانوں کے عوارض فکری و عملی کے نباض اور تعلیم و تربیت کی ضرورتوں سے پوری طرح واقف اور کلام و استدلالات کے جدید ترین ہتھیاروں کی اہمیت سے پوری طرح واقف ہیں۔ اس میں حضرت شیخ الحدیث کے تقریباً ۷۵ مواعظ، خطبات جمعہ اور دیگر تقاریر ہیں جسے بارہ ابواب میں مرتب کیا گیا ہے۔ مضامین کی ترتیب یہ ہے۔ ایمان و عبادات، قرآن حکیم، سیرت نبوی، احادیث شریفہ، دین و شریعت، سیاست و حکومت، معاشرت و معیشت، صلاح و فلاح، دعوت و تبلیغ، علم و عمل، نصاب و نظام تعلیم اور حوادث و نوازل۔ ہر باب میں کئی کئی تقاریر و خطبات ہیں اور اسلامی افکار و تعلیمات کا ایک ایسا خزینہ جس کی مثال موجودہ دور میں اردو زبان میں نظر نہیں آتی۔ اس کی افادیت کا حلقہ اور فیضان کا دائرہ عام مسلمانوں سے لے کر طلبہ، اساتذہ، ائمہ مساجد، خطباء، علماء دین، مصلحین امت، ارباب سیاست و حکومت تک پھیلا ہے۔ حضرت شیخ الحدیث کے قلب کے سوز، ملت کی دردمندی و غمخواری، اصلاح امت کے جوش و ولولہ، مزاج و مسلک کے اعتدال نے اس مجموعہ تقاریر کے مضامین کو اور بھی پرتاثیر بنا دیا ہے۔

کتاب دینی مباحث اور مسلمانوں کی اصلاح و تربیت کے جوش و جذبہ سے لبریز ہے اور ان عیوب سے پاک ہے جن کے نام مولویانہ تقشف، گروہی تعصب، مدرسانہ تنگ نظری وغیرہ رکھے گئے ہیں۔ حالانکہ یہ الفاظ ہمیشہ بے موقع اور غلط معنوں میں استعمال کئے گئے ہیں۔

کتاب آفسٹ میں سفید کاغذ پر شائع ہوئی ہے کتابت و طباعت اچھی ہے۔ خوب صورت رنگین و منقش جلد نے کتاب کو ظاہری طور پر بھی دیدہ زیب بنا دیا ہے۔ (ابو سلمان شاہجہانپوری)

ماہنامہ "المعارف" لاہور

(جون ۱۹۷۶ء)

حضرت مولانا عبد الحق صاحب مہتمم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پاکستان کے مشہور اور بلند مرتبت عالم دین ہیں۔ ان کی زندگی کے شب و روز قال اللہ و قال الرسول کی سدا بہار اور دل نواز فضاؤں میں بسر ہوتے ہیں اور انہوں نے بتوفیق خداوندی اپنے آپ کو درس و تدریس اور افادہ طلبہ کے لئے وقف کر رکھا ہے۔ ان سے ہزاروں علماء نے استفادہ کیا اور بے شمار تشنگان علوم نے ان کے چشمۂ فیض سے اپنی علمی پیاس بجھائی۔ وہ اگرچہ سن و سال کے سفر کی وجہ سے جسمانی طور پر ضعف و نقاہت کا احساس کرنے لگے ہیں مگر بحمد اللہ ان کا سلسلۂ فیض عالم شباب میں ہے اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کا سایہ تادیر قائم رکھے اور ان کا گلستان علم پھلتا پھولتا رہے۔

زیر نظر کتاب "دعوات حق" مولانا ممدوح کے خطبات کا قابل قدر اور لائق مطالعہ مجموعہ ہے۔ اس میں ان کے خطبات جمعہ بھی شامل ہیں اور وہ مواعظ بھی جو انہوں نے مختلف مقامات پر بیان فرمائے۔ زیادہ حصہ خطبات جمعہ کا ہے۔ اس میں عبادات و معاملات وغیرہ سب چیزیں بڑی اچھی ترتیب کے ساتھ آگئی ہیں۔

کتاب بارہ ابواب پر مشتمل ہے اور ہر باب اپنے دامن میں بہت سے معلومات سمیٹے ہوئے ہے۔ سب باتیں قرآن و حدیث کے ارشادات اور بزرگان دین کے اقوال و فرامین کی روشنی میں بیان کی گئی ہیں۔ کتاب نصیحت آموز

اور بہترین تذکار و موعظت کا دل آویز مجموعہ ہے۔ یوں تو یہ سب پڑھے لکھے لوگوں کے لئے مفید ہے گی مگر واعظین و مقررین اور خطباء مساجد کے لئے بالخصوص فائدہ مند ثابت ہوگی۔

حضرت مولانا کے فرزند ارجمند مولانا سمیع الحق صاحب مدیر الحق کی یہ بڑی خدمتِ دین ہے کہ انہوں نے نہایت سلیقے اور قابلیت کے ساتھ ان بکھرے ہوئے جواہر پاروں کو جمع کر کے کتابی شکل میں شائقین کے سامنے پیش کر دیا۔ اس پر وہ بجاطور سے مبارک باد کے مستحق ہیں۔ کتاب کی افادیت کے پیشِ نظر ہم اپنے معزز قارئین سے اس کے مطالعہ کی سفارش کرتے ہیں۔

(مولانا محمد اسحٰق بھٹی)

ماہنامہ "الارشاد" کیمبلپور

(رجب المرجب ۱۳۹۶ھ)

یہ کتاب حضرت مولانا عبد الحق صاحب شیخ الحدیث دار العلوم حقانیہ و ممبر قومی اسمبلی کے ان ارشاداتِ عالیہ کا گرانقدر ذخیرہ ہے جو موصوف نے اپنے خطباتِ جمعہ اور دیگر دینی تقاریب اور اجتماعات میں فرمائے ہیں جن کو آپ کے فرزندِ ارجمند ملک کے نوجوان صاحبِ علم اور صاحبِ قلم مولانا سمیع الحق نے قلمبند فرمایا ہے۔ کتاب کی عظمت اور اس کی افادیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ خطیب الاسلام قاری محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند نے اس کے بعض ابواب کے مطالعہ پر اپنا تاثر یوں بیان فرمایا ہے:۔

"راقم الحروف نے چند مواعظ کا مطالعہ کیا ہے جس کا خاص اثر قلب میں محسوس کیا۔"

اور بقیۃ السلف حجۃ الخلف مولانا شمس الحق افغانی زید مجدہم نے فرمایا۔

"یہ مجموعہ خطبات اسرار عبادات و اخلاق و نوامیس اصلاح معاشرہ و اصلاح ظاہر و باطن و نکات سیاستِ اسلامیہ کا ایک مستند مخزن ہے۔"

ہماری نظر میں کتاب کی افادیت کیلئے صرف شیخ الحدیث دامت برکاتہم کا نام نامی ہی کافی تھا۔ چہ جائیکہ برصغیر کے دو جلیل القدر علماء کرام نے اپنی گرانقدر آراء میں اس کی عظمت کو دوبالا فرما دیا۔

اس گرانی کے دور میں ایسی کتاب کا ظاہری و باطنی محاسن کے ساتھ شائع کرنا بہت بڑے حوصلے کا کام ہے۔ ہم مؤتمر المصنفین کے باہمت ارکان کو مبارکباد دیتے ہوئے تمام علمی اداروں اور ملی و قومی مدارس کے اربابِ بست و کشاد سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اس کتاب سے استفادہ کے لئے زیادہ سے زیادہ تعداد میں حاصل کریں۔

ماہنامہ "فیض الاسلام" راولپنڈی

(جولائی ۱۹۷۶ء)

یہ کتاب حضرت مولانا عبد الحق صاحب، صدر دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے خطبات جمعہ کا مجموعہ ہے جسے مولانا سمیع الحق صاحب نے مرتب کیا اور مؤتمر المصنفین نے نہایت اہتمام سے شائع کیا۔

آغاز کتاب میں مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی مہتمم دار العلوم دیوبند اور مولانا شمس الحق افغانی کی تحریریں شامل ہیں۔ اس کے بعد فاضلِ مرتب مولانا سمیع الحق کا افتتاحیہ ہے۔ ان تحریروں سے کتاب اور صاحبِ کتاب کو سمجھنے میں خاصی مدد ملتی ہے۔

کتاب بارہ ابواب پر مشتمل ہے اور ہر باب کے
قائم کردہ عنوانات کے تحت سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔
یہاں اگرچہ تفصیل کی گنجائش نہیں پھر بھی چند ابواب کے عنوانات
درج کئے جاتے ہیں جس سے کتاب کے موضوع اور
اس کی افادیت کا اندازہ ہو جائے گا۔

اللہ اور رسول ﷺ کی محبت، حقیقتِ ایمان و عبادت،
زکوٰۃ اور عشر کا فلسفہ، برکاتِ رمضان، حج کی اہمیت، قربانی
سنتِ ابراہیمی، خاصیتِ اعمال، کائنات و آیات میں
شانِ ربوبیت، قرآن حکیم ایک لافانی کتاب،
خاتم النبیین اور آپ کی امت (ختمِ نبوت) فریضۂ نبوت،
حقوق العباد، اسلام میں عورتوں کے حقوق، وغیرہ وغیرہ
کتاب کی ہر سطر اور ہر لفظ مصنف موصوف کے جذباتِ
دلی پر مہرِ تصدیق ہے۔ یہ کتاب اصلاحِ معاشرہ اور
تزکیہ نفس کے سلسلے میں یقیناً ایک عمدہ اور قابلِ قدر
چیز ہے اور قابلِ مطالعہ ہے۔ امید ہے کہ دینی حلقوں
میں پسند کی جائے گی۔ (قمر عینی)

روزنامہ "نوائے وقت" لاہور، راولپنڈی

(۸ رمئی ۱۹۷۶ء)

یہ کتاب مصنف کے مواعظِ حسنہ کا مجموعہ ہے۔
بارہ ابواب پر مشتمل ہے۔ ہر باب کے تحت مختلف عنوانات
دیئے گئے ہیں۔ پہلے باب کا عنوان ہے "حقیقتِ ایمان"
اس باب کے پہلے خطبہ کا موضوع "طاعاتِ خداوندی کا سرچشمہ
محبت اور اس کے اسباب" ہے۔ دوسرے خطبے کا
عنوان "اللہ تعالیٰ اور جناب رسولِ پاک ﷺ کی محبت" ہے
تیسرا عنوان "اللہ تعالیٰ کی محبوبیت اور عبادات کا باہمی ربط و
تعلق" ہے۔ اسی طرح "برکاتِ رمضان"، "خاصیتِ اعمال"
"قرآن پاک"، "جناب رسالت مآب ﷺ کی شخصیتِ مطہرہ"،
"محبت و اطاعتِ رسول ﷺ" عنوانات کے تحت بھی مقالات
موجود ہیں۔ کتاب سے مصنف کی علمیت اور محبت ظاہر
ہوتی ہے۔ (میاں عبدالرشید)

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مدظلہ سہارنپوری

مدینہ طیبہ

دعواتِ حق پہنچ کر موجبِ منت ہوا اور آپ کی کرامت ہے کہ کتاب پہنچ گئی
یہاں کے ڈاکخانے والے کتاب روک دیتے ہیں مگر کتاب بہت بے وقت
آئی ذرا پہلے آتی تو بہت ہی اچھا ہوتا اس وقت ناکارہ ہند کیلئے پا بر کاب ہے آجکل
ساہیوال کا دارالعلوم نمبر چل رہا ہے اسکے ختم پر اسکو شروع کرونگا تاہم فرطِ شوق میں فہرست
تو آج ہی سن لی مبارک ہے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے لوگوں کو زیادہ سے زیادہ متمتع فرمائے
اور مجھے بھی پوری سننے کی سعادت نصیب فرمائے۔
(اقتباس از مکتوب مدینہ طیبہ بنام مدیر ماہنامہ الحق)

اعلیٰ بناوٹ
دل کش وضع
دل فریب رنگ
کا
حسین امتزاج
دنیا کے مشہور
SANFORISED